

تینتیس چمکتے ہوئے معین نشانات

إِنَّا نَكْتُبُكَ السَّعَةِ سَاقِدًا يَوْمَئِذٍ يُفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ
(وحی میح موعود)

محمدی بکیم کے نکاح کی پیشگوئی پر ایک نظر

مکرم معظم جناب سید زین العابدین علی اللہ شاہ صاحب
کی پرمعارف و حقائق تقریر جو سالانہ جلسہ ۱۹۳۶ء پر ہوئی

جو

خاکسار محمد فخر الدین ملتان مالک کتاب گھر قادیان نے

اللہ بخش بیٹم پریس قادیان میں باہتمام چودھری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر قادیان سے
شائع کی

جنوری ۱۹۳۷ء

قیمت

ہدیہ اخلاص

محضور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ
بغرض درخواست و عاملیۃ القدر

رینر

دعا برائے مرحوم شیخ عبدالرزاق صاحب برسر طرہ اس تقریر کے اصل محرک ہوئے۔ اور جنہوں نے
اپنی زندگی کے آخری لمحات میں غیر مبائعین کو چھوڑ کر اپنے دامن اخلاص کو خلافت کے وابستہ
کر کے اپنے اندر ایک قابل رشک تبدیلی پیدا کی۔ اور اپنے سب دوستوں کیلئے ایک نیک نمونہ
گزشتہ سال احرار کی شوریدہ سری کے ایام میں یوم التبلیغ کے موقع پر میں ان کا ہمارا
تقدار مغرب کے کچھ پہلے وہ افسردہ خاطر ہو کر مجھ سے کہنے لگے کہ انکی اہلیہ اور بڑیاں بعض
مسلمان خواتین کو تبلیغ کرنے لگی تھیں۔ اور جہاں بھی وہ گئیں۔ عورتوں نے محمدی میگم کے نکاح
کے بارے میں طعن و تشنیع کیا۔ اور وہ کچھ شرمندہ ہو کر واپس آ گئی ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھ کو
کہا کہ ابھی تک یہ مضمون جیسا چاہیے صاف نہیں ہوا۔ اور قرار پایا کہ میں ہی اس مضمون پر
مؤرخ کے بعد جیلے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ چنانچہ آدھ گھنٹے کے قریب ان میں بعض خیالات
کا اظہار کیا ہو گا کہ شہنشاہ موصوف تھے خوش ہوئے کہ کبھی مجھ کو اور کبھی مولوی عبدالغفور صاحب اور
مولوی نذیر احمد صاحب لیل پوری مبلغان نظارت دعوت تبلیغ سے ہمت و سماجت اور باصرہ اور
کہ ان خیالات کو افضل میں شائع کیا جائے جس پر ان دونوں نے ان سے اقرار کیا۔ اور دوسرے دن جب شیخ
موصوف احباب سیت مجھے ٹیشن پر الوداع کہنے آئے۔ تو انہوں نے اپنی اس خواہش کو بجا جت آمیز الفاظ
میں گارڈی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دہرایا۔ اور مولوی صاحبان سے پختہ وعدہ لیا۔ افسوس اس میں
وہ آخری طاقات تھی۔ اور موصوف ایک ہفتہ کے اندر ناگہا دنیا سے چل پے۔ اور اپنی جدائی کا ایک گہرا
ہم سبھی کو نے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ جیسا مجھے فرصت نہ ملی۔ ایسا ہی مولوی صاحب
کو بھی فرصت نہ ملی میں موصوف کو بھول نہ سکا۔ انکی یہ پاک خواہش پورا کرنے کیلئے نیز مبلغین سید احمد
کیلئے نمونہ کا ایک سبق دینے کی نیت کے امتثال جیسے ہذا سے موقع پر میں نے اپنے لئے باجائز حضرت امیر
ایدہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو چنا۔ جس سے ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں متاثر ہو سکیں۔ اور چاہتے تھے کہ تمام

تینتیس چمکتے ہوئے معین نشانات

انما تاتى السعوت سابقہ ایوم مسیہ فی نفسہ المؤمنین
(وحی مسیح موعود)

محمد بن حکیم کے نکاح

کی پیشگوئی پر
ایک نظر

ضیاء النبی آخری الامدادی

بہری ہر بات کو تو نے جلا دی

مکرم معظم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب
کی پر معارف و حقائق تقریر جو سالانہ جلسہ ۱۳۶۷ء پر ہوئی

تو

خاکسار محمد فخر الدین ملتان مالک کتاب گھر قادیان نے

اللہ بخش شمیم پریس قادیان میں باہتمام خود صری اللہ بخش چھپوا کر
قادیان سے شائع کی

ہمت

۲۸ دسمبر ۱۳۶۷ء

۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْمِيْدٌ وَلِصَلٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى خَلِيْفَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ الْمَوْعُوْدِ

تحمید

اجاب الحمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی اپنی اور غیروں میں اپنی تفصیلات کے ساتھ کافی شہرت رکھتی ہے۔ اور اس بیچ سے۔ نیز اس کے علاوہ دوسرے وقتوں پر آپ نے بیسیوں دفعہ اس پیشگوئی کا تذکرہ سنا ہے۔ اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بار بار اعتراضوں کے پیش نظر اسے ہماری طرف سے اس کثرت سے دہرایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں میں سے شاید ہی کسی دوسری پیشگوئی کو اس تکرار کے ساتھ دہرایا گیا ہو۔ اس پیشگوئی کی متعدد مکررہ اشاعت اور شہرت کے ہوتے ہوئے بعض اصحاب کو یہ خیال گذر سکتا ہے کہ اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ رہی۔ اس لئے میں ابتدائے میں اس خیال کا ازالہ کرنا اور یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی تقریر میں اس پیشگوئی کی ان تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ جن کا تعلق اس کے پورا ہونے کی کیفیت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کتابوں خصوصاً حقیقۃ الوحی میں اور محترم عرفانی صاحب نے اپنی کتاب آئینہ حق نمایں اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے اپنی کتاب روح البواہ صاحب فاضل نے تفہیمات ربانیہ میں اور ملک عبد الرحمن صاحب خادم نے احمدیہ پاکٹ بک نیز ایک مستقل رسالہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ کس کس رنگ میں یہ پیشگوئی وحی الہی کے مطابق ظہور پذیر ہوئی۔ پیشگوئی سے متعلقہ اشخاص میں سے مرزا احمد بیگ نے حضرت مسیح موعود علیہ

موضوع تحریر

الصلوٰۃ والسلام کے انذار کے بالمقابل سخت بے باکی اور مخالفت سے کام لیا۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اشتہار دار جولائی ۱۸۸۸ء میں تصریح فرمایا تھا کہ مکاشفات کی رو سے احمد بیگ کا زمانہ حوادث نزدیک ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ اور احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح کے بعد بہت جلد پکڑا گیا۔ اور اس پیشگوئی کے عین مطابق اپنے گھر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت دیکھنے کے بعد سخت مصیبت اور بالوسی کے عالم میں فوت ہو گیا۔ اور ان میں سے جنہوں نے توبہ کی۔ وہ اس اشتہار کے تتمہ میں مندرجہ پیشگوئی دایت ہذہ المرأة واثرا لبعاء علی وجهها فقلت ایتھا المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبی والمصیبة نازلہ کے عین مطابق گریہ و زاری اور توبہ کر کے اس مصیبت سے بچ گئے۔ اور لڑکی کی والدہ اور اس کے کسی رشتہ دار احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے اس پیشگوئی پر ازراہ شرارت ہنسی اور ٹھٹھا کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی گندہ دہنی کا ایک طوفان بے تمیزی اٹھایا۔ انہوں نے محولہ بالا پیشگوئی کے باقی ماندہ حصہ یعنی یموت ویسقی منہ کلاب متعدد احمد بیگ مر جائے گا اور اس کے بعد کسی کتے بھونکتے رہ جائیں گے کو پورا کیا۔

خلاصہ پیشگوئی ملکہ

غرض اس پیشگوئی نے اپنی تینوں شقوں میں پورا ہونا تھا۔ سو وہ انی طرح پوری ہوئی۔ اور اس پیشگوئی کا یہ حصہ کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی لڑکی بیوہ ہو کر آپ کے نکاح میں آئے گی۔ اس رنگ میں پورا ہوا۔ کہ مرزا احمد بیگ کے حادثہ موت کے بعد اس کی بیوی اور اس کے خاندان کے اکثر افراد کو توبہ کرنے اور سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ اور اس طرح اس پیشگوئی کی یہ شق لفظاً و معنیاً پوری ہوئی۔ یہ خلاصہ ہے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا۔ اور

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ وما تكون
 فی شأن وما تتلوا منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا كنا
 علیکم شهودا اذ تفیضون فیہ۔ وما یعزب عن ربك من مثقال
 ذرة فی الاکثر من ولا فی السماء ولا ارض من ذلک ولا اکبر الا فی
 کتاب مبین۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔
 دیونس، یعنی اور تو جس حال میں بھی ہوتا ہے۔ اور اس حال کے متعلق جو وحی
 بھی لوگوں کو پڑھ کر تو سناتا ہے۔ اور جو کام بھی موافق یا مخالف تم لوگ کرتے
 ہو۔ ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جو نبی کہ تم سے شروع کرنے لگے ہو۔ اور تیرے
 رب سے ایک ذرہ بھر پوشیدہ نہیں۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اور نہ اس
 سے کوئی چھوٹی اور نہ بڑی۔ مگر وہ ایک کتاب مبین میں محفوظ ہوتی ہے یعنی
 نبی کا ہر چھوٹے سے چھوٹا اہام یا سائنہ زندگی ایک ایسا صنف ہوتا ہے۔ جو
 کسی نہ کسی سرسبزہ راز کو کھول کر بیان کرنے والا ہوتا ہے۔ نبی کی ہر ایک حالت
 اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت اور اسکی نگرانی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتی ہے۔
 حتیٰ کہ لوگوں کی گالیاں اور ان کی مخالفتیں بھی سب کی سب ایک کتاب مبین
 کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ اس سے نہیں ہوتیں کہ انہیں ذیل درسا کیا جائے
 یا خوف و غم میں مبتلا رکھا جائے۔ نہیں ایسا نہیں۔ لہم البشری فی الجلوۃ
 الدنیا والآخرۃ۔ لا تبدل بکلمات اللہ۔ ذلک هو القدر العظیم۔ ہر
 سبک خواہ وہ بظاہر مخالفانہ صورت ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اولیاء اللہ کے
 لئے بشارت کا پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو اٹل ہوتا ہے۔ ان کی اپنی باطنی
 کیفیات کو ہر قسم کے خوف اور مزین سے محفوظ و مامون رکھا جاتا ہے۔ وَاَلَا
 یَعْلَمُ نَحْنُ قَوْلُهُمْ۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اس لئے

مخالفوں کی باتیں تجھے غم میں نہ ڈالیں۔ ساری عزتیں اللہ ہی کی ہیں۔ یہ آیات
 وضاحت سے۔ بات کا اعلان کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام حالات
 زندگی خواہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکی وحی وغیرہ سے متعلق ہوں۔ یا لوگوں کو
 متعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اور اسکی آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر
 ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات ایک کتاب مبین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ تمام
 حالات محض اس لئے پیدا کئے جاتے ہیں کہ رسالت کا مقصد پورا ہو چنانچہ
 ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا یُظْهِرُ سِرُّهُ غِیْبِہِ
 احَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰ مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَهْن
 خَلْفَہٗ رَحْمَةً لِّیَعْلَمَ اَنْتَ قَدْ اَبْلَغُوْا رَسَالَتِیْ فِیْہُمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْہِمْ
 وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا دَجْنًا عَالَمُ الْغِیْبِ فَخَدَّ اُولَیْئِہِمْ لَیْسَ لَہُمْ
 اَنْتَ اَدْرِیْہِمْ پھر مقرر کر دیتا ہے۔ تا وہ اس انتظام کے ذریعہ سے دنیا پر ظاہر
 کر دے۔ کہ ان رسولوں نے اپنے رب کے پیناموں کو پورے طور پر پہنچا دیا ہو
 وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْہِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ اور ان کی ہر بات اس کے علم
 میں ہوتی ہے۔ اور اس نے گن گن کر ایک ایک بات کا حساب کیا ہوا ہوتا ہے۔
 ان کے کاروبار کا تمام سلسلہ اور اس سلسلے کی چھوٹی سے چھوٹی کڑیاں اللہ تعالیٰ
 کی تقدیر اور اس کے اندازہ سے تیار ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ذات اور انانیت سے
 مٹ چکے ہوتے ہیں۔ اور رسالت کے مقام پر کھڑا ہونے سے پہلے انہیں یہ
 مشورہ سنایا جاتا ہے۔ کہ تم اب اپنے میں نہیں۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ میں
 ہو۔ اور انہیں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ قُلْ اَنْ صَلَوٰتِیْ وَنَسْکِیْ وَمَعِیَ اَیِّ وَحْدَاقِیْ
 لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہ لوگوں کو یہ کہہ دو۔ کہ میری نماز اور میری قربانی اور
 میرا امرنا اور میرا جینا اللہ کا ہو چکا ہے۔ جو رب العالمین ہے۔ مقام رسالت

تک پہنچنے سے پہلے وہ اپنی ذات سے مرچکے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ انہیں ایک نئی زندگی بخشتا ہے۔ جس کے ذریعہ شان ربوبیت دنیا میں ایک نئے پیرایہ میں قائم ہوتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے ان کا دل اور ان کا دماغ اور ان کی گفتار اور ان کی رفتار سب اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہوتی ہے۔ اور ہر بات جو ان کے منہ سے نکلتی اور ہر عمل جو ان سے یا ان کے دوستوں سے یا ان کے دشمنوں کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک کتاب مبین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسرار روحانیہ کے سمجھانے اور دکھلانے کے لئے۔ پس ان اسرار اور صرف ان اسرار کے سمجھنے اور دیکھنے کے لئے ان کے سوانح زندگی کو اپنے لئے درسی کتاب بنانا چاہیے۔ اور آج میں اسی زاویہ نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہتمم بالشان پیشگوئی کو جو محمدی مہم کی پیشگوئی کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب مبین کی صورت و شکل میں دکھلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرا یقین ہے۔ اور میں اپنے اس یقین پر عملی وجہ البصیرت ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چھوٹے سے چھوٹا الہام یا کشف یا خواب مقام نبوت کی کوئی نہ کوئی شرح اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپ کو الہام ہوتا ہے۔ ”عبداللہ خاں ڈیرہ اسماعیل خاں“ یا یہ الہام ہوتا ہے۔ ”ناچے خاں کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجے والے ہیں“ یا یہ کہ ”خاکسار پیر منٹ“ اور نادان تسخیر کرتا اور کہتا ہے۔ کہ یہ کیا معمولی معمولی باتوں کے لئے الہام ہوتا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا۔ کہ اولیاء اللہ اطفال اللہ بن جاتے ہیں۔ اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی گود میں سپردِ برش پاتے ہیں۔ اور جس طرح ماں اپنے بچے کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا سلوک ان کے ساتھ ماں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ وہ بے خودی کے عالم میں

اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلتے ہیں۔ اور پردہ غیب میں خدا تعالیٰ کی آنکھ ان کے پیچھے سے اور ان کے آگے سے ان کی نگرانی کرتی ہے۔ اور وہی آپ ان کی ہر حاجت پیدا کرتا اور پھر خود ہی پورا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی جوتی کے تسمہ تک کا خود خیال رکھتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ وہ ہر ضرورت کے پورا کرنے کی انہیں اپنے الہام سے ہر وقت اطلاع بھی دے۔ ہاں کبھی کبھی انہیں اپنے الہام یا کشف یا خواب کے ذریعہ سے اطلاع بھی دیتا ہے۔ تا انہیں تسلی دے۔ کہ خدا کی آنکھ ان کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اور لوگوں کو علم ہو۔ کہ اولیاء اللہ اطفال اللہ ہوتے ہیں۔ قد احاط بعمالہم و احاط کل شیء عدد ۱۰۔ ان کی ضرورتوں کو ایک ایک کر کے جانتا۔ اور ان کا خود انتظام کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجموعہ ”تذکرہ“ کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیں۔ آپ کو بار بار ایسے الہامات ملیں گے۔ جن سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک اس سلوک سے بھی بڑھ کر رہا ہے۔ جو ماں باپ کا اپنے بچے سے۔ ۱۸۶۶ء میں باپ کی فوتیدگی کا صدمہ پہنچنے سے پہلے اطلاع دیتا اور صدمہ کے وقت الینس اللہ بکاپن عبد اللہ کے تسلی آمیز الفاظ سے مخاطب فرماتا اور پھر اس کے بعد ساری عمر اپنے اس وعدہ کے مطابق آپ کا خود مشکفل رہتا ہے۔ ۱۸۸۱ء میں پھر آپ کو بدیں الفاظ اطلاع دیتا ہے۔ ”میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی“ چنانچہ اس کے تین سال بعد غیر معمولی حالات میں دہلی جیسے دور دراز معروف شہر میں جس کا قادیان جیسے گمنام کاؤں بلحاظ

تمدن و معاشرت اور دیگر نسبتی تعلقات کے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اور پھر خاندان سادات میں خود اس شادی کے سارے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اور بعد میں جینا کے واقعات سے ظاہر ہے کہ وہ سامان ہر اعتبار سے مبارک سامان ثابت ہوئے۔ غرض کیا دکھ اور کیا سکھ میں کیا اپنوں کو متعلقہ امور میں یا بیگانوں سے متعلقہ امور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وہی سلوک رہا ہے۔ جو ان لوگوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جو اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کھوپچکے ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر حالت جو ان سے صادر ہوتی ہے۔ وہ ان کی اپنی مرضی سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اور اس کے ارادہ خاص سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو وہ کبھی بھی ایک آن کے لئے منصب رست کے لائق نہ ٹھہریں۔ وہ اسی وقت منصب نبوت کے اہل اور لائق ٹھہرے جاتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس سے کلیۃً مرنے لگتے ہیں۔ ان کی اپنی نفسانی زندگی کا شائبہ بھی ان کے اندر نہ ہو۔ تو یہ احتمال رہتا ہے کہ وہ کہیں رسالات ربہم کی ادائیگی میں دوئی کی آواز پیدا کر دیں۔ جینا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مختلف قسم کی آزمائشوں کی کٹھالی میں ڈال کر انہیں کندن نہیں کر لیتا۔ اور ان کے نفس میں ایک نیا انقلاب پیدا کر کے ان کو اپنی مرضی کا روحانی انسان نہیں بنالیتا۔ تب تک انہیں منصب رسالت کو سرفراز نہیں فرماتا۔ اور جسے اس عہدہ جلیلہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کے متعلق یہ امر یقینی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ابتداء زندگی سے ہی عہدہ رسالت کے فرائض ادا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے اور اسکی آنکھوں کے سامنے تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام

انبیاء کی روحانی تربیت میں تصرفات

کی اس ربانی تربیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ إِخْرٰی۔ اِذْ اَوْحٰیْنَآ اِلَیْهِ اَنْ یُّخْرِجَ سَامَانَ مَہِیَا فَرَمَاتَا فَاَخَذَ فِیْہِ فِی الْیَمِّ فَلَمَّا بَلَغَ الْیَمِّ بِالسَّاحِلِ یَاخُذُہٗ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لِّیْ وَالْقَیْتُ عَیْہِ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلَتُحْمَلُنَّ عَلٰی عِیْنِی الْیَوْمَ (طہ ۳۷) یعنی اے موسیٰ ہم تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کر چکے ہیں۔ جب تیری مال کو ہم نے دھجی کی کہ کہ صندوق میں اسے رکھ۔ اور صندوق دریا میں ڈال دے۔ تو دریا اسے کنارے پر ڈال دیگا۔ جہاں سے میرا دشمن اور اس کا دشمن اسے لے لیگا۔ اور میں نے اپنی محبت تجھ پر ڈالی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا۔ کہ تو میری آنکھوں کے سامنے میرے لئے تیار کیا جائے۔ غرض مابعد کی آیات میں بھی اپنی نگرانی اور حفاظت و ربوبیت کے واقعات کا اختصار سے ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ثُمَّ جِئْتُ عَلٰی قَدْرِیْمُوسٰی۔ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ۔ اِذْ هَبْتُ اَنْتَ وَاخْوَتُکَ بِاٰیَتِیْ وَلَا تَنْتَبِہُ فِی ذٰکِرِیْ (طہ ۳۹) یعنی اس طرح کندن کے جانے کے بعد تو اس اندازہ پر پہنچا۔ جو رسالت کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس طرح میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے تیار کیا۔ تو اور تیرا بھائی یہ آیات لے کر جاؤ۔ اور تم دونوں میرے ذکر میں سست نہ ہونا۔ یہ آیات بتلاتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی خاص ربوبیت سے نوازتے ہوئے ان کو اپنی ذات کے لئے تیار کرتا ہے۔ رسالت کا عہدہ سونپنے سے پہلے انہیں کامل طور پر پاک و صاف کر کے اپنی روح ان میں پھونکتا اور انہیں ایک نئی زندگی عطا کرتا اور آخر ان کے متعلق یہ شہادت دیتا اور فرماتا ہے۔ اِنَّہٗ كَانَ مُخْلِصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ وَنَادٰی نَاہِ مِنَ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبَ بَنَآءَ نَجِیًّا۔ (مریم ۵۳) موسیٰ کو پہلے خالص کیا گیا۔ اور پھر وہ نبی و

رسول ہوا۔ اور طور امین سے ہم نے اسے پکارا۔ اور اسے اپنے قریب کر کے اس کے ساتھ راز کی باتیں کیں۔ اور یہ شہادت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی یہی شہادت دنیا میں اس کی طرف سے قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرِي الدَّادُو اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنِ الْاَخْيَارِ۔ ہم نے ان کو ایک خالص بات کے ساتھ مخصوص کر کے چن لیا۔ اور وہ ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ جنہیں پاک و صاف کیا گیا۔ اور جو سب سے بہترین ہیں۔

غرض یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی میں انانیت اور دوئی کی ادنیٰ سی بھی جھلک پائی جائے۔ اور پھر اسے منصب رسالت کے لئے بھی چنا جائے۔ ضرور ہے کہ یہ عہدہ جلیلہ کسی شخص کے سپرد ہونے سے پہلے ہر ایک قسم کی شہادت اس کے متعلق قائم کر لی جائے۔ کہ وہی اور صرف وہی اس عہدہ کے لائق ہو اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ اور یہ شہادت ایسے برگزیدہ انسان کے لئے مختلف پہلوؤں سے اور ایسے طریق پر قائم کی جاتی ہے۔ کہ وہ ان تمام لوگوں پر حجت ہوتی ہے جن کی اصلاح کے لئے اسے بھیجا جاتا ہے۔ محمدی بیگم کی پیشگوئی بھی ان عظیم الشان شہادتوں میں سے ایک شہادت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس غرض سے قائم کی گئی۔ تاہم لوگوں کو معلوم ہو۔ اور ان پر حجت رہے۔ کہ آپ مقام رسالت پر کھڑا ہونے کے لئے اپنے اندر پوری پوری صلاحیت و اہلیت رکھتے تھے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مانتوں سے آپ کی تیاری بھی اسی طرح ہوئی۔ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مخصوص تیاری کے بارے میں یہ وحی الہی ہوتی ہے۔ نفخت فیث

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی زندگی

مِن رُوْحِ الصِّدْقِ۔ وَالْقِيَتِ عَلَیْكَ مَحَبَّةٌ مِّنِي وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِی كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطَاۗءُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سَوَاقِهِ (تذکرہ ص ۱۹) یعنی میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونک دی اور اپنی طرف سے تجھ میں محبت ڈالی۔ تا میری آنکھوں کے سامنے تو تیار کیا جائے۔ اس سچ کی طرح جس نے اپنی کو نپل نکالی۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے تئیں پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو یہ وحی بھی ہوئی ہے۔ قل ان مملوکی و نسکی و معیای و مماتی باللہ رب العالمین (تذکرہ ص ۵۲) یعنی کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تم کے لئے ہو چکا جو رب العالمین ہے۔ اور یہ وحی بھی ہوئی۔ ارددت ان اَسْتَخْلِفَ فَاَخْلَقْتُ اٰدَمَ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ و کُنَّا کَذٰلِکَ خَالِقِیْنَ (تذکرہ ص ۱۹) یعنی میں نے چاہا۔ کہ خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم پیدا کیا۔ ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا۔ اور ہم نے اس طرح کا انسان پیدا کرنا ہی تھا۔ اور یہ وحی بھی ہوئی۔ انت و جیه فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی و انت منی بمنزلہ لا یعلمہا الخلق (تذکرہ ص ۱۳) یعنی تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ اور تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قریب کے ہے۔ جسے دنیا نہیں جانتی۔ آپ کی تقویم احسن اور اس میں روح صدق کا پھلکنا اور آپ کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی محبت کا خمیر اٹھایا جانا اور آپ کو مقام فنا و احیاء کا حاصل ہونا اور پھر اس تمام ربانی نشأت کی وجہ سے آپ کا انتخاب میں لایا جانا یہ ساری باتیں محتاج ہیں۔ تین شہادتوں کی جن کے بغیر ان کی حقیقت بہم و مشتبہ اور پوشیدہ رہتی ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ کہ وہ

پرنی کو اپنے کام کے لئے اہل بنانے اور اسکی اہمیت ثابت کرنے کی غرض سے مختلف قسم کی آزمائشیں اور شہادتیں قائم کرتا ہے۔ ٹھیک اسی سنت کے مطابق اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی مختلف قسم کی آزمائشیں اور شہادتیں قائم کی ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو اس بات کا ثبوت ہرگز قائم نہ ہوتا کہ آپ اپنے دعویٰ میں راستباز اور مقام نبوت کے اہل ہیں۔ اور لوگوں پر ان کے انکار کی وجہ سے اس قسم کی آزمائشوں اور شہادتوں کی عدم موجودگی میں کوئی حجت قائم نہ ہو سکتی۔ اس حصہ مضمون کو ذرہ توجہ سے سنیں۔ تا آپ محمدی سیکم کی پیشگوئی کی اس اہمیت کو بخوبی سمجھ سکیں۔ جس کی وضاحت کرنے کے لئے میں آپ سے مخاطب ہوا ہوں۔

مدعی نبوت جب دعویٰ کرتا ہے۔ تو اس کا دعویٰ چار پانچ صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق یا تو یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ پاگل ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ غلطی خوردہ ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ مہوس ہے یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ ٹھگ اور فریبی اور مڈا جھوٹ بولنے والا ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ راستباز ہے۔ مدعی صادق کے صدق کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے زمانہ میں ہی ان احتمالات کی نظیریں بھی لوگوں کو دکھاتا ہے۔ مدعی صادق سے صادقوں والا سلوک کرتا ہوا ہر ایک احتمال کے نمونے بھی ساتھ ساتھ دکھاتا جاتا ہے۔ تا لوگ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔ اس کے زمانہ میں ہی مختل الدماغ انسانوں سے بھی دعویٰ نبوت کرتا اور لوگوں کو دکھاتا ہے۔ کہ پاگلوں کے دعووں کی یہ کیفیت ہو ا کرتی ہے۔ وہ غلطی خوردہ انسانوں سے بھی دعویٰ کرتا اور لوگوں کو بتلاتا ہے۔ کہ الہام کے بارے میں غلطی خوردہ انسان ایسے ہوتے ہیں۔ اور مہوسوں کے نمونے بھی پیش کرتا اور

مدعی نبوت کے متعلق چار احتمالات

مفتریوں کے نمونے بھی پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ قل هل انبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین۔ تنزل علیٰ کل اقل اثم۔ یلقون السم و الذہن کما ذبون و الشجر و یتبعہم الفاذن و السم تر انہم فی کل واد یعمون و انہم یقولون ما لا یفعلون۔ (الشعرا ۲۲) یعنی کیا میں بتاؤں۔ شیطان کن لوگوں پر اترا کرتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترتے ہیں۔ سننے کے لئے کان لگاتے ہیں۔ اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ اور یہ کاہن ان کے پیرو بھی بدکار لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھتے نہیں۔ کہ وہ کس طرح ہر وادی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں۔ جو کہتے نہیں غرض اس قسم کے جھوٹوں اور مکاروں کے نمونے بھی پیش کر کے پھر

اپنے وعید کو تقویٰ علیہما بعض الاقادیل لاخذنا منہ بالیمین قسم لقطعنا منہ الودین کے مطابق انہیں دیکھتے دیکھتے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ تا لوگوں کی آنکھیں راستبازی کی راستبازی کو شناخت کر لیں۔ یہ وہ سنت الہیہ ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ نبی صادق کے زمانہ میں ان نمونوں کا دکھلایا جانا از بس ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ ماکان اللہ لیدر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب الہ (عمران ۱۵۹) یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان خیالات یا حالات پر رہنے دے جن پر تم ہو۔ یہاں تک کہ وہ خبیث کو طیب سے ممتاز کر دیتا ہے۔ تا حق حق ہو کر ظاہر ہو۔ اور باطل باطل۔ مولوی یار محمد احمد نور۔ عبد اللطیف عبد اللہ تیمار پور۔ چراغ الدین جوئی۔ عبد الحکیم شیا لوی۔ لیکچرار۔ ڈاکٹر ڈوئی۔ وغیرہ وغیرہ سب جدا جدا نمونے تھے۔ جو خدا تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق دکھلانے کے لئے رکھے تھے۔ خدا تعالیٰ کی یاد شہادت میں

کوئی چیز بھی بحث نہیں۔ ہر ایک مخلوق کو اس نے کسی نہ کسی غرض و غایت کی خاطر پیدا کیا ہے۔ انبیاء کو پیدا کرتا ہے۔ تا وہ زندگی بخش پیغام رسانی کے فرائض بجالائیں۔ اور پھر ان کے ساتھ بنی آدم میں سے اس قسم کی ناقص اور اوصوری مخلوق بھی پیدا کرتا ہے۔ تاریکی کے مقابلہ سے نور کی قدر و قیمت معلوم ہو۔ اور پھر اس نور کے ذریعہ سے ایک جماعت پیدا ہو۔

جو ایمان اور عرفان کی نعمت سے مستمع ہو کر اپنے زمانہ کے نبی کا اس کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ وہ جادوگر ہے۔ اور آپ کے متعلق یہ احتمال در کرنے کی غرض سے اور فرعون اور اس کی قوم پر حجت تمام کرنے کے لئے جادوگروں کا ایک گروہ بھی ان کے سامنے لایا گیا۔ فَلَمَّا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السَّحَرُ إِنَّ اللَّهَ يُبْطِلُ أَعْيُنَهُمْ فَذُرُونِ لِيُظْهِرَهُمْ لِلنَّاسِ مَا هُم بِعَالِمُونَ (یونس ۸۲) سو جب انہوں نے اپنی رسیا پھینکیں۔ موسیٰ نے کہا۔ جو کچھ تم لائے ہو۔ یہ جادو ہوتا ہے۔ اللہ اسے باطل ثابت کر دیگا۔ اللہ مفسدوں کے کام کو درست نہیں کیا کرتا اور جو حق ہوتا ہے۔ اسے اپنی باتوں سے حق ثابت کرتا ہے۔ خواہ مجرم برا ہی منائیں۔ جنگ بدر کی تقریب جو اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنت کے مطابق از خود پیدا کی۔ جبکہ آپ کے ساتھیوں میں ایک نبی آپنا پسند کرتا تھا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَادُوهُونَ وَنُفُلًا اور جبکہ اس جنگ کی تقریب پیدا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَمَا مِثَّتْ إِذْ مِيتَتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ زَمَىٰ - وَلِيُخَيِّرَ الْمُؤْمِنِينَ بَيْنَهُ بَلَاءٌ وَحَسَنًا - إِنَّ اللَّهَ بِخَيْرِ عِلْمٍ

جب تو نے تیر چلایا تھا۔ تو تو نے نہیں چلایا تھا۔ بلکہ اللہ ہی نے چلایا تھا۔ اور اس کی غرض یہ تھی کہ مومنوں کے لئے ایک اچھی آزمائش کا موقعہ دے۔ اس لئے کہ تَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّكُوهِ لَكُم دَيْرِيدُ اللَّهِ أَنْ يَحِقَّ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيَبْطِلَ الْبَاطِلُ وَكَوْكَرَةُ الْمُجْرِمُونَ (انفال ۸) تم نہیں چاہتے تھے۔ کہ یہ جنگ ہو۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ حق ثابت کرے اور کافروں کی پیٹھ توڑ دے۔ تاق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے۔

غرض اس قسم کی میسوں تقریبیں اللہ تعالیٰ آپ پیدا کرتا ہے۔ تا انبیاء کے لئے ہر قسم کی شہادت قائم کر کے شکی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دے۔ اسی ربانی شہاد کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ فرماتا ہے۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَ اللَّهِ الْكِتَابُ (ابراہیم ۳) کافر کہتے ہیں۔ کہ تو رسول نہیں۔ کہہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی شاہد ہے۔ اور اسی طرح وہ بھی جنہیں کتاب یعنی اس سنت الہیہ کا علم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ وحی بایں الفاظ ہوئی دَقَالُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَ اللَّهِ الْكِتَابُ (تذکرہ ملتہ) اور آپ کو جو ثا اور مکار سمجھا گیا۔ اور حقارت سے دیکھا اور پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا گیا۔ آپ کے متعلق بھی یہی کہا گیا کہ غَرِيبًا تَدْعُوهُمْ إِلَى الْغَيْبِ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ عَلَى الْغَيْبِ مِنْ قَبْلُ يَتَّبِعِينَ عِظِيمًا وَقَالُوا إِنَّا لَنُكَلِّمُكَ هَٰذَا إِنَّ هَٰذَا مَكْرُومٌ لَّكَ فِي السُّورَةِ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ يَنْطُصُّ لَقَارِئَاتٍ وَهُمْ لَا يَخْفَوْنَ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُحْذَرِينَ (سجۃ ۱۸) اے نبی! تو اے کھو کر

بیان کر۔ اور جاپلوں سے کنارہ کر۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ ان دو شہروں میں سے کسی بڑے شہر میں یہ وحی کیوں نہ اتاری گئی۔ اور انہوں نے کہا۔ تجھے یہ مرتبہ کہاں یہ تو سراسر مکر ہے۔ کہ مل جل کر بنایا ہوگا۔ اور کسی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں۔ مگر نظر بعیت سے نہیں۔

یہ وہ شبہات ہیں۔ جو سنت مستمرہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی دلوں میں پیدا ہوئے۔ کہ یہ جھوٹا ہے۔ اور مقام نبوت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر کسی کو رسول بنانا ہوتا۔ تو کسی بڑے عالم کو بنایا ہوتا۔ یہ سارا کاروبار ہی انسانی منصوبہ کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان تمام شبہات کا ازالہ کرنا تھا۔ سو کیا اور تمام ایسی تقریبیں از خود پیدا کر دیں۔ جن سے نظر بصیرت رکھنے والے انسان کے شبہات دور ہو کر اس کا دل نور ایمان سے معمور ہو جاتا ہے۔ اور ان تقریبوں میں سے ایک اہم تقریب محمدیؐ کے متعلق پیشگوئی کا واقعہ ہے۔ اس پیشگوئی کی تفصیل پر نظر غائر ڈالنے سے اس بات کا فیض پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق مکار اور فری گروہ سے دور کا بھی نہیں۔ اور یہ کہ فریضہ رسالت کی عہدہ براری کے لئے اس زمانہ میں اگر کوئی اہل ہو سکتا تھا۔ تو وہ ہی ایک انسان جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تیار کر کے کہا۔ کہ میں نے اسے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اور اس تباہی تیارسی کی مختلف شہادتیں قائم کیں۔ یہ امر کہ محمدیؐ کے متعلق پیشگوئی اپنی نوعیت میں ایسی ہے۔ کہ دنیا کو دھوکا دینے والا ایک مکار انسان اس کا اظہار کرنا چھوڑ اپنے خیال میں بھی اسے جگہ نہیں دے سکتا۔ ایک جھوٹا دغا باز جو دنیا کو ٹھٹھکے

نماز کی پیشگوئی کا اصل معنی

کی نیت رکھتا ہے۔ وہ اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ کہ دنیا کس رنگ و روپ میں اسے دیکھ کر اس سے خوش ہوتی ہے۔ اور پھر اسی طرح اپنے آپ کو بنا سنوار کر دنیا کی آنکھوں میں بیٹھنے کے لئے اپنی جگہ بناتا ہے۔ اور پھر اس ٹٹٹی کی آڑ میں اپنے نفس کی خوشیاں پوری کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ کہ لوگ زہد و تقویٰ اور ولایت کا کرشمہ پیٹے پرانے یا گیر دے رنگ کے کپڑوں۔ آدھ گز لمبی ڈاڑھی۔ اوبیج کے دانوں میں۔ اور اللہ اللہ کی رات دن کی پکار اور درود و وظائف میں دیکھتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو اپنے متعلق تسلی دلانے کے لئے دیسا لباس پہنا اور وہی کچھ کرتا ہے۔ جو لوگوں کی آنکھوں کو بھاتا ہی ایسی مکاری کی حالت میں اسے نئی نئی شادیاں سو جھنا تو درکنار بلکہ اگر اسکی کوئی بیوی بچے ہیں۔ تو زہد و ولایت کا ڈھونگ رچانے والے یہ صاحب اس ایک بیوی سے بھی بظاہر کنارہ کش ہو کر چلہ کشی میں بیٹھ جائیں گے۔ اور دیکھنے والے یوقوت ایک دوسرے سے کہیں گے۔ واہ سبحان اللہ! دیکھا۔ دنیا سے کیسے بے رغبت ہیں۔ بیوی بچوں اور گھرانے تک سے بھی نفرت ہے۔ یہ حال و قال ہوتا ہے ان لوگوں کا جو دنیا کو ٹھٹھکا چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ کبھی نہ سنا ہوگا۔ کہ کوئی دنیا دار اس بات کی تیاری کرنے لگے۔ کہ وہ لوگوں میں ولی اللہ کہلائے اور اس کے ساتھ ہی سچا لوگوں کو ان کی لڑکیوں کے متعلق پیغام بھی دینا شروع کرے۔ کہ میرے ساتھ ان میں سے فلاں کی شادی کر دو۔ ہمیں بڑی برکت حاصل ہوگی۔ خصوصاً جبکہ وہ بھی جانتا ہے۔ اور لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ ابھی تو ٹھٹھا عرصہ ہوا۔ کہ وہ اچھے گھرانے میں ایک شادی بھی کر چکا ہے۔ اور یہ کہ جس لڑکی کے متعلق وہ آپ شادی کی نیت رکھتا ہے۔ وہ گیارہ بارہ سال کی لڑکی ہے۔ اس قسم کی پیغام رسانی کی سلسلہ جنبانی ایک مکار

دنیا دار کی طرف سے تو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس قسم کے حالات میں اس کی کوئی امکانی صورت ہے۔ سو اے اس کے کہ کوئی پاگل انسان ہو۔ تو وہ اپنے جنوں میں اس قسم کی حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ مگر یہ کہ دنیا کو بنانے والا ایک ٹھگ ایسی تحریک اٹھائے۔ یہ ناممکن ہے۔ تحریک اٹھانا تو الگ رہا۔ وہ اپنے واہمہ میں بھی اس خیال کو نہیں آنے دیکھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ایک لمحہ کے لئے محمدی بیگم کی پیشگوئی کی تفصیل کو اپنے ذہنوں سے الگ رکھ کر اپنے نفس پر قیاس کریں۔ اور جن حالات کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ انہیں اپنے اوپر وارڈ کر کے پھر اپنے تئیں پوچھیں اور دیکھیں کہ آپ کا نفس آپ کو کیا جواب دیتا ہے۔ مثلاً فرض کریں کہ آپ کو منصب ولایت کا ڈھونگ رہ جانے کا شوق گودا ہو۔ اور آپ کی ایک چھوڑ دیویاں بھی ہوں۔ اور بچے بھی۔ تو کیا آپ کو اپنی ولایت منوانے کے لئے لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنے کے بارے میں سلسلہ جنبانی کی سوچیں گی یا یہ کہ آپ اپنی طرف اس کے برعکس ایسا مظاہرہ کریں گے۔ جس سے لوگوں پر یہ اثر ہو کہ ماشاء اللہ آپ دنیا سے دست بردار ہو گئے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ولایت کی اس ہوس میں اگر مجھے خواب میں یا الہام سے ہی ایسی مشاہدہ کی تحریک ہو۔ تو میں اس خواب یا الہام کے مشورے کو بھی ٹھکراؤں گا اور میرا نفس میرے راستے میں یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو جائیگا۔ دیکھو لوگ کیا کہیں گے۔ اور یقیناً ہر وہ انسان جو اپنی ہوش و حواس کا مالک ہے۔ ایسا ہی کرے گا۔ اور دنیا کے طعن و تشنیع اور ان کی بدظنیوں سے بہت دور رہتے ہوئے اپنی ولایت منوانے کے منصوبے کا ٹھٹھے گا۔ پس اپنے نفس پر قیاس کرتے ہوئے اسی ایک معیار سے جانچ کر دیکھو۔ آیا محمدی بیگم

سے نکاح کی پیشگوئی یہ بتلاتی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے کرنے والا ایک سکار اور فریبی اور ٹھگ انسان تھا۔ یا یہ بتلاتی ہے کہ وہ کوئی مجنون تھا۔ جسے اتنی بھی تمیز نہ تھی۔ کہ ولایت کے جھوٹے دعووں میں لوگوں کو اس قسم کا پیغام پہنچانا قرین مصلحت نہیں ہوتا۔ اور نہ اسے یہ تمیز تھی کہ گیارہ بارہ سال یہ عمر کی لڑکی سے کوئی اس طرح نکاح نہیں کیا کرتا۔ ایسے شخص کے متعلق کوئی تو شبہ کر سکتا ہے کہ وہ پاگل ہے۔ مگر یہ مشبہ تو قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ دنیا دار اور ٹھگ ہے۔ جو اپنی دکان چلانا چاہتا ہے۔ دکان چلانے والے تو اپنی دکان کی سادھ رکھنے کے لئے اپنی گاہکوں کی مرغوب اشیا کی دیکھ بھال میں رہتے ہیں۔ چہ جائیکہ ان کے سامنے ایسی پونجی رکھیں۔ جس سے وہ متفر ہو کر اسے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں نے اس پیشگوئی کے بہانے سے پیٹ بھر اور دل کھول کے گالیاں دیں۔ اور وہ ہنسی اڑائی۔ کہ مشاہد ہی کسی آدم زاد کی ایسی ہنسی اڑائی گئی ہو۔ پس یہ بہت خیال دور کا ہے۔ کہ آپ ایک کذاب افاک کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے۔ اور یہ خیال بھی بہت دور کا ہے۔ کہ آپ پاگل تھے۔ آپ جیسا ہوشمند اس زمانہ میں کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد گذشتہ تیرہ صدیوں میں بھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی عقل و دانش کا اقرار کرتے ہیں۔ آپ ٹھگ نہ تھے اور نہ آپ پاگل۔ پھر آپ کیا تھے۔ جو آپ نے اپنے دعویٰ مجددیت کے بالکل ابتدائی ایام میں جو بھی بالکل آغاز ہی کا زمانہ تھا۔ ایسی پیشگوئی کی کہ جس نے ساری دنیا کو آپ پر ہنسی ٹھٹھے کا بہت بڑا موقعہ دیا۔ یہ نہیں تھا۔ کہ آپ اس امر سے غافل تھے۔ کہ اپنے بیگانے ہنسیں گے۔ بلکہ خوب جانتے

تھے۔ کہ نکاح کے متعلق اس قسم کی سلسلہ جنبانی نہ لڑکی کے والدین کے
مرغوب خاطر ہو سکتی ہے۔ اور نہ لوگوں کی نگاہیں اسے اچھی نظر سے دیکھیں گی
اور نہ ایسا پیغام آپ کو حالات کے پیش نظر پسند تھا۔ بوجہ اس کے کہ لڑکی ۱۲-۱۱
سال سے زیادہ عمر کی نہ تھی۔ اور ابھی آپ کی دوسری شادی کو جو دہلی میں
ہوئی۔ ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا۔ پس ایسے حالات میں ایک کم عمر
لڑکی کے متعلق نکاح کا خیال اور اس بار سے میں سلسلہ جنبانی کرنا ایسی
بات نہ تھی۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دل سے چاہتے
ہوں۔ نومبر ۱۸۸۵ء میں آپ کی دوسری شادی دہلی میں ہوئی ہے۔ پہلی
بیوی سے عرصہ بیس سال سے سلسلہ اولاد منقطع ہو چکا تھا۔ اور آپ کو
اس بلبے عمر میں اپنی دوسری بابرکت شادی کے متعلق متعدد الہامات ہوئے
جن میں سے ایک یہ ہے۔ ”میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی
کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف
نہ ہوگی۔“ (تذکرہ صفحہ ۳۳) اور ایک یہ الہام بھی ہے۔ الحمد للہ الذی
جَعَلَ لَكُمُ الْيَتَامَ وَالنَّسَبَ۔ یعنی الحمد للہ کہ جس نے تمہارا دامادی کا تعلق

بہ حاشیہ:۔ مندرجہ ذیل الہام جنوری ۱۸۸۶ء میں میرزا احمد بیگ اور اس
کی بیوی کے متعلق ہوا۔ رَأَيْتُ هَذِهِ الْمَرْءَ وَأَثَرَ الْبَكَاءِ عَلَى وَجْهِهَا
فَقُلْتُ أَيُّهَا الْمَرْءَةُ تَوَلَّيْتُ تَوَلَّيْتُ فَإِنَّ الْبَلَاءَ عَلَى عَقْبِكَ وَالْمُصِيبَةُ
نَالُكَ عَلَيْكَ يَمُوتُ وَيَمُوتُ رَحْمَةً بِكَ مَتَعِدَّةٌ (تذکرہ صفحہ ۱۳)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ کے قریب نکاح کے متعلق سلسلہ شروع
ہوا۔ اور دہلی میں آپ کی شادی ۱۸۸۶ء کے آخر میں ہوئی۔

ایک شریف قوم سے جو سید تھے۔ کیا۔ اور خود تمہارے نسب کو شریف
بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے مجنون مرکب ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۳۳)
اور ان میں سے ایک الہام یہ بھی ہے:-

ہرچہ باید نو عروسے را ہاں سامان کنم

و آنچه مطلوبے شما باشد عطائے آں کنم

اور یہ الہام بھی ہے۔ اُنْكَرُ نَعْمَتِي۔ رَأَيْتُ خَدِيجَةَ نَجَّتِي۔ میری نعمت کا
شکر کر۔ کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ (تذکرہ صفحہ ۳۳) اور ایک یہ الہام بھی ہے
اِنَّا نَبَشِّرُكَ بِفُلَانٍ حَسِينٍ (تذکرہ صفحہ ۳۳) یہ سب الہامات ۱۸۸۵ء سے
پہلے کے ہیں۔ اور ۱۸۸۶ء میں یہ پورے ہوئے۔ جب آپ کی شادی
حضرت ام المؤمنین سلمہا اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام اس امر کو بخوبی سمجھتے اور جانتے اور لوگوں میں بار بار اس
کا اعلان فرماتے ہیں کہ دہلی کے ایک مشہور خاندان سادات میں آپ
کی شادی کا غیر معمولی حالات میں ہونا اپنی مذکورہ بالا الہامات کا مصداق
ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ مرغوب خاطر شادی ہو چکی ہو۔ اور گھر میں ایک
عالی نسب نو عروس موجود ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو میرزا احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح کرنے کا خیال کیسے اور ایسا خیال مرغوب
خاطر بھی کب ہو سکتا تھا۔ خصوصاً جبکہ وہ لڑکی اس وقت کم سن تھی۔ اور
جبکہ اس کے رشتہ داروں کا آپ سے شدید بغض و عناد تھا۔ ان کے
شدید بغض و عناد کا پتہ آپ کے اس اشتہار سے چلتا ہے۔ جو انہوں
نے آپ کے خلاف اگست ۱۸۸۵ء میں ایک مسیحی اخبار چشمہ نور میں چھپوایا
تھا۔ جس میں ان لوگوں نے نہ صرف آپ کے خلاف ہی ہرزہ سرائی کی۔ بلکہ

نہا۔ رسول اور اسلام پر بھی حملہ کئے۔ اور آپ سے نشان کا مطالبہ کیا۔
 دراصل ان کو آپ سے مخالفت اسی زمانہ سے تھی۔ جب آپ نے ہرین احمد
 شائع کی۔ اور اور آپ کے ملہم من اللہ ہونے کا چہرہ چاہونے لگا۔ مذکورہ
 بالا اشتہار کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار مرقومہ
 ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۵۱ پر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ آپ کو
 دعویٰ الہام میں متکار اور دروغ کو خیال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو
 انہیں بد انجام سے ڈرانے کا اس طرح حکم ہوا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو۔ اور اس بارہ میں آپ کو بھی انہی الفاظ میں وحی ہوئی۔ جن
 الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یعنی انذر عشیرتک الاقربین
 یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو انجام بد سے ڈرا۔ چنانچہ آپ نے
 میں اشتہار بعنوان تبلیغ و انذار اور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں اور اس
 کے بعد متعدد اشتہاروں میں سمجھایا اور ڈرایا۔ مگر وہ اپنی مخالفتوں سے
 اس وقت تک باز نہ آئے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی نہ دیکھی۔
 پس ایسی شدید دشمنی کی حالت میں آپ کو یہ خیال نہ آتا کہ آپ کی یہ
 نکاح کی درخواست ٹھکرانی نہیں جائیگی۔ اور یہ لوگ اسکی مخالفت
 نہیں کریں گے۔ بالکل غیر طبعی بات ہے۔ لاریب آپ کو یقین تھا کہ آپ
 کے رشتہ داروں کی طرف سے آپ کی درخواست ٹھکرانی جائے گی۔ اور
 اس پر ہنسی ٹھٹھا اڑایا جائے گا۔ اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ اس بارہ
 میں احمد بیگ سے گفت و شنید کریں۔ اور نہ آپ اس نکاح کی کوئی ضرورت
 سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ دن ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں۔ اگر
 ان میں کچھ نور ایمان اور کائنات ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی

کچھ ضرورت نہ تھی۔ سب ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا
 کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے
 کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں
 الا العزم نکلیں گے۔ اور فرماتے ہیں:-

پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے۔ محض بطور نشان کے ہے۔
 تا خدا تعالیٰ اس کتبہ کے منکرین کو بموجب قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں
 تو برکت اور رحمت کا نشان ان پر نازل کرے۔ اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے
 جو نزدیکی چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں۔ تو ان پر قہری نشان نازل کرے
 ان کو متنبہ کرے۔ ”متمم اشتہار“ اور اس اشتہار کے حاشیے میں ایک جگہ آپ
 لکھتے ہیں:- ”یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ دینی مرزا احمد بیگ کی موت
 فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو بالطبع اسکی اشاعت سے کراہت تھی۔ بلکہ ہمارا
 دل بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں۔ مگر اس کے کمال
 اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکسار بھی خطوں کے (جو انتقال اراضی
 کے بارے میں اس نے آپ کو لکھے)۔ کیجئے سے ظاہر کیا۔ ہم نے سراسر سبکی
 خیر خواہی اور نیک نیتی سے یہ امر سرسبقت ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے
 عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔“
 اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اچھی طرح محسوس فرماتے
 تھے کہ ان مخصوص حالات میں اپنے مخالفت رشتہ داروں سے نکاح کے لئے
 سلسلہ جنبا فی نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنی دنوں میں جب آپ کو پسر موعود کے
 متعلق الہام ہو رہے تھے۔ آپ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت
 تک جہوں میں تھے۔ یکے بعد دیگرے دو خط لکھتے ہیں۔ ایک خط ۸ جون ۱۸۸۶ء

کو لکھا۔ اور دوسرا ۲۰ جون ۱۸۸۵ء کو پہلا خط یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مخدومی کرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ۔ اس وقت ایک اشتہار دربارہ ازالہ اولام مخالفین آپ کی خدمت میں
مرسل ہے۔ چونکہ آپ تشبہ فاروقی کے مدعی ہیں۔ اور یہ عاجز بھی بنایت درجہ
آپ پر حسن ظن رکھتا ہے۔ اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے۔ اس لئے آپ
کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے۔ جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کے اس عاجز
کے شامل حال ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے۔ جو اپنے دوستوں
کے کچھ اسیں سے بیان کرتا رہوں۔ اور حکم دامنا بنعمت دہشت فحشد
تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں۔ سو آج آپ سے بھی جو میرے مخلص
دوست ہیں۔ ایک واقعہ پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شاید چار ماہ کا عرصہ
ہوا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند توی الطاقین کامل الظاہر
والباطن تمکو عطا کیا جاوے گا۔ اس کا نام بشیر ہوگا۔ سو اب تک میرا قیاسی
طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر
الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا
اور جناب ابھی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پار سا طبع اور نیک سیرت
اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے
کہ جب یہ الہام ہوا۔ تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں
سے تو آم کے پھل تھے۔ مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے
پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں۔ مگر میرے
دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی

مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ
ایک طرف پار سا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی کشفی طور پر
چار پھل دیئے گئے۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے۔ سو یہی سمجھا جاتا
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان دنوں میں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخص
نے تحریک کی تھی۔ مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا۔ تو ایک عورت کی نسبت
جواب ملا کہ اسکی قسمت میں ذلت و محتاجگی دہے عزتی ہے۔ اور اس لائق
نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو۔ اور دوسری کے متعلق اشارہ ہوا کہ اس کی شکل
اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب
سیرت لڑکا جسکی بشارت دی گئی۔ وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ
و پار سا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مخالفین آنکھوں
کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی وجہ لڑکا پیدا نہیں ہوا ان
کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست
میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معنوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی
ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے
ہیں۔ غالب اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ
ارادہ ازی نے اسکا ظہور متقدد کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے
ہو رہے ہیں۔ اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔ واللہ یفعل ما
یشاء وھو علی کل شیء وقدر۔ اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں۔ والسلام
خاکر غلام احمد غنی عنہ۔ الزقادیان ۸ جون ۱۸۸۵ء

دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:- بسم اللہ الرحمن الرحیم بخمدہ وفضل علی رسولہ الکریم
مخدومی کرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا۔ وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا تھا۔ کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتلا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے۔ تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الہی سے گریز کی جگہ نہیں۔ مگر بالطبع طبیعت کا یہ (نا پسند کرتی) ہے۔ اور ہر چند اولیٰ یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے۔ لیکن متواتر الہامات و کشف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ بہر حال عاجز نے یہ عہد کر لیا ہے کہ کیسا ہی موقع پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں۔ کیونکہ تعدد الزواج کے بوجہ اور مکروہات از حد زیادہ ہیں۔ اور اس میں خرابیاں بہت ہیں۔ اور وہی لوگ ان خرابیوں سے بچے رہتے ہیں۔ جن کو اللہ جل شانہ اپنے ارادہ خاص سے اور اپنی کسی خاص مصلحت سے اور اپنے خاص اعلام والہام سے اس بارگراں کے اٹھانے کے لئے نامور کرتا ہے۔ تب اس میں بجائے مکروہات کے سراسر برکات ہوتے ہیں۔ آپ کے نوکری چھوڑنے سے بظاہر دل کو رنج ہے۔ مگر آپ نے کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی۔ والسلام باقی خیریت ہے والسلام۔ خاک غلام احمد عفی عنہ ۲۸ جون ۱۸۸۶ء۔

یہ دو خطا جو جون ۱۸۸۶ء کے ہیں۔ ان سے مندرجہ ذیل باتوں کا انکشاف ہوتا ہے:-

اول یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس تیسرے نکاح کے

متعلق بذریعہ الہام تحریک ہوئی۔ نہ کہ اپنی کسی نفسانی خواہش کے ماتحت دوم یہ کہ آپ تب سے اس کے متعلق متفکر و متردد تھے۔ اور بالطبع طبیعت تیسرے نکاح کو ناپسند کرتی تھی۔ اور آپ نے ہر چند چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ حکم الہی سے بھی گریز کی جگہ نہیں۔

سوم۔ یہ کہ آپ اپنے لئے تیسرے نکاح کو اس قدر بارگراں سمجھتے ہیں کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں کہ اگرچہ متواتر الہامات و کشف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ مگر آپ نے اس علم کے باوجود یہ عہد کر لیا ہے کہ کیسا ہی موقع پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کھائیں۔ تب تک اس سے کنارہ کش رہیں۔

چہا دم یہ کہ اس نکاح کی تحریک کے ساتھ ساتھ کثرت سے یہ الہام بھی ہو رہے تھے کہ ایک اولوالعزم لڑکا آپ کو دیا جائیگا۔ اور آپ پسر موعود کی یہ پیشگوئی دو تین سال تک بار بار شائع کرتے رہے۔ اور آپ کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ہنسی مٹھتے اور مخالفت میں شریخ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے جواب میں آپ کو متعدد اشتہارات شائع کرنے پڑے۔ جن میں سے ایک اشتہار کا عنوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا۔ تجھ کو دکھلا کے خاک نے ہی دکھایا کیا کیا اور اس اشتہار کی تمہید میں لکھتے ہیں:- ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے

مولیٰ کریم جل شانہ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان اور ممبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور سخت سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ سنجہ ذہ باتیں سننی پڑتی ہیں۔ اس طرح تہید اٹھاتے ہوئے پسر موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر جن لوگوں کی طرف سے اور جو اعتراضات کے ان کا ذکر فرماتے ہوئے مفصل جواب دیتے اور یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی اپنے وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ اور دشمن رو سیاہ نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ رسوا ہونے کے (تفصیل کے لئے دیکھیں اشتہار محلات اختیار و اشارہ)

غرض جیسا کہ ۱۸۸۶ء کے متواتر اشتہاروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری توجہ الہامات کے زیر اثر نیز خیال کے طعن و تشنیع کی وجہ سے اس طرف منحطف تھی۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی پوری ہو۔ ایسا ہی اس ابتدائی خط سے جو آپ نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ یہ بات بالوضاحت آشکار ہوتی ہے۔

پہلے یہ کہ اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا پہلے قیاسی طور پر یہ خیال تھا۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی کا تعلق دوسری شادی یعنی حضرت ام المؤمنین کے ساتھ ہے۔ مگر میرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی کے ضمن میں کسی غیبی تحریک سے آپ کا ذہن اس پہلے خیال سے منتقل ہوا۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے تیسری شادی کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو پہلے خط میں لکھتے ہیں۔ کہ میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد پیدا ہونے کے اشارے

پائے جاتے ہیں

غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں۔ کہ کس جگہ ارادہ الہی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں۔ دینی پسر موعود کے متعلق

یہ پانچ باتیں ان خطوں سے معلوم ہوتی ہیں۔ جن سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ اپنی ذات میں تیسرے نکاح کے خیال کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کو اس بات کی بڑی خواہش تھی۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی جیسا کہ بار بار الہام ہو رہے تھے۔ پوری ہو۔ اور یہ کہ آپ کو حسب توقع مسیح میں موعودہ لڑکا نہ پیدا ہونے پر یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ احمد بیگ کے متعلق اندازہ پیشگوئی کے ضمن میں یہ جو آہی تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ کہ اس سے بطور نشان کے نکاح کے بارے میں سلسلہ جذباتی کر۔ شاید اس سے وہ رحمت کے نشان پورے ہوں۔ جن کے متعلق بکثرت الہام ہو رہے ہیں۔ اور اس خیال کے باوجود آپ اپنی نئی نئی شادی نیز احمد بیگ کی لڑکی کی کم سنی اور دیگر حالات کے پیش نظر غمگین اور متفکر ہوتے اور اپنے نفس کی گہرائیوں میں یہ خواہش پالتے۔ اور اس کے لئے دعا کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ کسی طرح تیسرے نکاح کے متعلق یہ امر موقوف ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس خواہش کے ساتھ اپنے نفس سے یہ عہد بھی کر لیتے ہیں۔ کہ کیسا ہی موقع پیش آئے۔ اس سے کنارہ کش رہیں گے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارہ میں کوئی صریح حکم سے مجبور ہو جائیں۔ تو پھر اس موثر

میں آپ اپنے لئے گریز کی جگہ نہیں پاتے۔

یہ وہ نئی کیفیات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت تھیں۔ جبکہ پیر موعود کے متعلق آپ کو پے در پے الہامات ہو رہے تھے۔ اور آپ کو کسی الہامی اشارہ یا دیگر حالات کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ ان الہامات کا تعلق تیسری شادی سے ہے۔ اور اس کا اظہار آپ نے بعینہ راز اپنے ایک نہایت مخلص دوست سے بذریعہ خط و کتابت کیا۔ جبکہ وہ جوں میں تھے۔ اس سے کم از کم اتنا پتہ تو ضرور چلتا ہے کہ آپ کوئی ایک وجہ کی بنا پر اپنے لئے تیسری شادی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے اپنی نئی شادی کا خیال بھی ہو چکا جو اس وقت قریب کے زمانہ میں ہی ہوئی تھی۔ اور ان وجوہات میں سے تعدد ازدواج کی مشکلات کا بھی خیال تھا۔ نیز یہ وجہ بھی تھی کہ میرزا احمد بیگ اور آپ کے باقی رشتہ دار سب شدید مخالف تھے۔ اور یہ وجہ بھی تھی کہ لڑکی اس وقت پورے طور پر بالغ بھی نہیں ہوئی تھی۔ بوقت سلسلہ جنبانی بمشکل ۱۳ سال کی ہوگی۔ پس یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبانی کرتے وقت اپنے ہوش و حواس کے مالک نہ تھے۔ اور انکی حالت ایک ایسے شخص کی سی تھی۔ جو الخیاب و فراز اور پس و پیش کے حالات کے درمیان پیرھن کر سکتا۔ اور بے چارہ پتہ نہ چاہیے کے متعلق کوئی شعور نہیں ہوتا۔ میں ابھی بتلا چکا ہوں کہ اس قسم کی سلسلہ جنبانی یا پیشگوئی ایسا انسان کی صورت میں بھی نہیں کر سکتا۔ جو سکندر اور فریسی ہو۔ اور اپنی جھوٹی ولایت کی دکان چلانا چاہتا ہو۔ نکاح کے متعلق اس قسم کی سلسلہ جنبانی صرف

وہی صورتوں میں صادر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ انسان مختل الدماغ ہو۔ حالات کا موازنہ نہ کر سکتا ہو۔ یا اگر وہ صحیح الدماغ انسان ہے۔ تو پھر میں اس کے لئے فارق عادت حالات میں تلاش کرنے ہوں گے۔ اس کے متعلق یہ نظریہ پیش نہ ہو گا۔ کہ وہ ایک فریسی جیسا زود کار نہار ہے۔ جو اپنی جھوٹی ولایت کا سکہ بٹھانے کے لئے نو عمر لڑکیوں سے ان کے والدین کو ڈرا دھمکا کر اپنی حرص ہوس پوری کرنا چاہتا ہے۔ یہ خیال بہت ہی دور کا ہے۔ عقل سلیم اس کو دھکے دیتی ہے۔ اور مشاہدہ اسے جھٹلاتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اسے اپنے تصور میں لانا درحقیقت خود اپنے متعلق یہ شہاد قائم کرنا ہے۔ کہ ایسا قیاس کرنے والا پرے درجہ کا بے وقوف اور احمق انسان ہے۔ جو اتنی بھی تمیز نہیں رکھتا۔ کہ جیسا زود کار لوگوں کے کیا ڈھب ہوتے ہیں۔ وہ تو دنیا کو بنانے کے لئے اسکی آنکھوں میں دیا بنے ہیں۔ جیسا اس کے مرغوب ظاہر ہو نہ یہ کہ شروع دعویٰ میں ہی ایسی راہ اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس سے دنیا پر فروخت ہو کر انہیں نکالیاں دنیا شروع کر دے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ^{۱۸۶۴ء} میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجدد و مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرما چکے تھے۔ اور ^{۱۸۶۸ء} میں آپ نے بیعت لینی شروع کر دی تھی۔ گویا یہ زمانہ جس میں نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبانی ہوئی۔ آپ کے دعویٰ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اور یہ باور نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک دنیا دار ٹھگ ہو۔ اور وہ ادھر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور ادھر ساتھ ہی تیسرے نکاح کے لئے پیغام رسانی بھی شروع کر دے۔ اور نکاح بھی ایک نو عمر لڑکی سے اور اپنے شدید مخالفوں کے گھر جبکہ اپنے گھر میں ایک دلہن بھی

تازہ آئی ہو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قیاس کی دونوں شقیں قائم نہیں رہتیں۔ نہ مسکار دنیا داروں والی شق اور نہ مخلل الدماغ انسانوں والی جس میں انجام اور عواقب پر نظر نہیں ہوتی۔ یقیناً آپ اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ نکاح کے متعلق یہ سلسلہ جنبا فی ایسے مخصوص حالات کی وجہ سے مناسب نہیں۔ اور یہ کہ اس کا اعلان ہنسی اور مخالفت کے چمکنے کا باعث ہوگا۔ آپ نے اسے پوشیدہ رکھا۔ اور دل کے پختہ عزم سے چاہا کہ یہ نہ ہو۔ اور اپنے نفس میں عہد کر لیا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ باوجود ان تمام باتوں کے پھر کیوں یہ سب کچھ ہوا۔ وہ کیا خارق عادت حالات تھے۔ جن کے ماتحت بے بس ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا پہلا عزم فریضہ کرنا پڑا۔ اور وہ کیا مجبوری تھی جو آپ نے اپنے نفس کے سمجھانے سمجھانے کے باوجود بالفعل نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبا فی شروع کر دی۔ اور پھر ایسے زور شور سے کی کہ اس کا ذکر ہر خاص و عام میں آگیا۔ جس سے آپ ساری دنیا کے طعن و تشنیع کا مورد بن گئے۔ اور اپنی بیگیاؤں سے خوب گالیاں کھائیں۔ اور چاروں طرف سے پمبتیاں اڑنے لگیں کیا جھوٹی دلایت کا ڈھونگ رچانے کا شوق پیدا ہوا تھا؟ ایسے لوگ تو اس راہ کا نام نہیں لیتے۔ جہاں سے انہیں گالیاں پڑیں۔ یا پھر کیا دماغی توازن میں غلل تھا؟ ایسے لوگوں کو تو دنیا معذور سمجھ کر ان سے اعتراض کرتی اور انہیں گالیاں مینے یا ان کی مخالفت کرنے کا نام تک نہیں لیتی۔ اس قسم کے پاگلوں کے نمونے آپ کے سامنے اب بھی موجود ہیں۔ اور دیکھ لو کہ کون انہیں برا بھلا کہتا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں۔ بچار

عاقبت عادت حالات

کا دماغ خراب ہے۔ اور اس پر بجائے فہم کے ترس کھاتے ہیں۔ یا پھر کیا نکاح کا یونہی شوق تھا۔ جسے لامحالہ پورا کرنا تھا۔ اس امر کا بھی امکان نظر نہیں آتا۔ کیونکہ گذشتہ ۲۰ سال تک ایسی بیوی کے ساتھ صبر کئے رکھا۔ جس کے بطن سے سلسلہ اولاد منقطع ہو چکا تھا۔ اور اس کے بعد جو شادی کی۔ اس کو بمشکل ایک دو سال ہی گذرے ہوں گے۔ یا کیا پھر کسی بیوی کی طرح اپنے خواب پورا کرنے کی فکر لاحق ہو گئی تھی؟ یہ صورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ پرائیویٹ خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جب تیسری شادی کے لئے اس قسم کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ تو اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ تیسرے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور خواہ کیسی بھی صورت ہو۔ اس بار گراں کو نہیں اٹھائیں گے اس فیصلہ سے بعد پھر کیا چیز تھی جس نے آپ کو اپنے دعویٰ کے بالکل تبدیلی ایام میں اور مخالفانہ حالات کے ہوتے ہوئے اس راستہ پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کر دیا۔ جس کے متعلق آپ کو یقین ہے کہ وہ سخت کمٹھن اور کانٹے دار ہے۔ وہ چیز آپ کا یہ فقرہ تھا۔ "جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں۔"

اب اس طرح اس ایک فقرے کی تحقیق اور تشریح کرنا ہے۔ اور مجھے اس کے لئے مشعل سے مشعل تک کے زمانہ کی تھوڑی سی سرگزشت آپ سے بیان کرنی ہے۔ تاہم حقیقت جو پس پردہ کام کر رہی تھی۔ اس کا انکشاف ہو۔

اس وقت میرے سامنے تبلیغ رسالت اور تذکرہ ہے۔ جس میں مذکور بالا زمانے کے اشتہارات اور ایہامات و کثوف و دنج ہیں۔ ان کے مطالعہ

سے ایک بات نہایت وضاحت سے ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں پسر موعود کی پیشگوئی کو بار بار اور بڑی تھدی سے دہرایا جا رہا تھا۔ جیسے جیسے اس بارہ میں وحی الہی کی تجلی شدت اور زور کے ساتھ ہوتی جاتی تھی۔ ویسے ویسے آپ اس کے اعلان میں اشتہار پر اشتہار دیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نومبر ۱۸۸۷ء میں جب لوگوں کا اس بارہ میں ہنسی ٹھٹھا اور مخالفت انتہائی حد تک بڑھ چکا۔ تو آپ کو یہ وحی ہوئی ہے۔

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَمُنُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَقَالُوا إِنَّا لِلَّهِ تَقْتُلُوا نَذْكُرُ يَوْسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ۔ شَاهِدُ الْوُجُوهِ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّى حَبِطَ رَأْيُ الْقَابِرِينَ يَوْمَ لَقِيَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (تذکرہ ص ۱۶)

اس وحی کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں۔ ”بشیرِ اول کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور وہ جو کچھ تھے۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا۔ یہاں تک قریب المرگ ہو جائیگا۔ یا سر جائیگا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرما دیا۔ کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیرے۔ جب تک وہ وقت پہنچ جائے۔ اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے۔ ان کے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اور کوتاہیوں کی نظر میں حیرت ناک۔“ ایک طرف یہ وحی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف سبزا شتہار شائع کر کے آپ فرماتے ہیں۔ ”دوسرا لڑکا جسکی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یچم دسمبر ۱۸۸۷ء ہے۔

پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اسکی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ دسمبر ۱۸۸۷ء کا شمار مکہ حاشیہ

غرض جنوری ۱۸۸۸ء سے دسمبر ۱۸۸۷ء تک کا زمانہ اس امر میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ کہ اس عرصہ میں آپ کو پسر موعود کے بارے میں کثرت سے الہام ہوئے۔ اور جس کثرت و شدت سے یہ الہام ہوئے۔ اسی شدت اور کثرت سے لوگوں کو ہنسی اور ٹھٹھا کرنے کا موقع ملا۔ اور باوجود اس کے آپ کے اس یقین میں ایک رائی کے برابر بھی فرق نہیں آیا۔ بلکہ وہ یقین اور بھی اپنی قوت میں بڑھتا چلا گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کے یہ مبارک وعدے ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ چنانچہ سبزا شتہار میں پھر اسی پیشگوئی کا اعادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر یہ ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر ہمیں دیا جائیگا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ بخلق مایشاء۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ (یعنی اسکی موت کی وجہ سے جو ابتلا آیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جو گالیاں اور طعن تشنیع برحق تھیں اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے روحانی طور پر رحمت سے نوازا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔“ اور ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو جب دوسرا

لو کا پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ ایک اور اشتہار معنونہ ”مکیمل تبلیغ“ میں نیز ایک خط
 و نام حضرت خلیفہ اولؑ میں فرماتے ہیں۔ ”یہ وہی بشیر ہے۔ جس کا دوسرا
 نام محمود ہے۔ جسکی نسبت فرمایا کہ وہ والاعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا
 نفیس ہوگا۔ وہ قادر ہے۔ جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔“ (تذکرہ ص ۱۱۷)
 مرض پسیر موعود کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق مخالفانہ حالات کے باوجود
 آپ کے یقین میں کمی نہیں۔ بلکہ دن بدن زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک
 کہ وہ موعود پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ اعلان فرماتے ہیں کہ یہ وہ موعود ہے۔ جو سابق
 پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ جس کے متعلق سب اشتہار میں لوگوں کو بائیں
 الفاظ مخاطب کیا تھا۔ ”اے وہ لوگو جنہوں نے غفلت یعنی ابتداء کا زمانہ“
 کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو۔ بلکہ خوش ہو۔ اور خوشی سے اچھلو۔ کہ اس کے
 بعد اب روشنی (یعنی وعدہ پورا ہونے کا زمانہ) ہے۔“ یہ مختصر سی سرگزشت
 ہے۔ اس زمانہ کی جس سے محمدی بیگم کی پیشگوئی کا اصل تعلق ہے۔ پیشتر اس کے
 کہ میں اس تعلق کی وضاحت کروں۔ اس رحمت کے نشان کے بارے میں سب
 سے پہلے اعلان جو آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا۔
 اسکو دہرا دوں۔ کیونکہ وہ اصل اساس ہے۔ تمام اس خارق عادت ماجر
 کی جو بعد میں گذری۔ اسکو نظر انداز کرنے سے میں اپنے اس مقصد کو واضح نہیں
 کر سکتا۔ جس کے قریب میں آپ کو لے جانا چاہتا ہوں۔ تا جس نظر سے میں
 اس پیشگوئی کو دیکھتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ اے دیکھ سکیں۔ اور وہ
 اشتہاریوں شرع ہوتا ہے۔

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ دا غلامہ عزوجل خدا کے رحیم و کریم بزرگ
 و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے

مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی
 کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔
 اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے
 سفر کو رجو ہو شیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے تیرے لئے مبارک کر
 دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضیل
 اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے
 ملتی ہے۔ اے مظفر تجھے پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تھا۔ وہ جو زندگی
 کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پادیں۔ اور وہ جو قبروں
 میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آدیں اور تادین اسلام کا شرف اور
 کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے
 ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے
 اور تالوگ سمجھیں۔ کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں۔ سو کرتا ہوں
 اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تانہیں جو خدا
 کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب
 اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے
 دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ہے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے
 سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیبہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔
 ایک لڑکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہی
 اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس
 روح دی گئی ہے۔ اور وہ رحمت سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ
 ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فصل

ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور
اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی
نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف
کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ
مجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و ہنیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم
ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔
اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ
فرزند و لبند گرامی از جہند منظر الاول والاخر منظر الحق العلامان
اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال
الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی
رضا مندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اسمیں اپنی روح ڈالیں گے
اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیں گا۔ اور
اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں
تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب
اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وہاں امرامقضا
پھر خدا کے حکم جل شانہ نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ کہ
تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کر دوں گا۔ اور
خواتین مبارک سے جنہیں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔
تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔
اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوگی
اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔

اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور
وہ جلد لا دلہہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے۔ تو خدا ان
پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے
گھر بواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل
ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے۔ تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا
تیری برکتیں ارد گرد پھیلائیگا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد
کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت
منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا
تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت سے ساتھ
قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

بخ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد میں اس حصہ
پیشگوئی سے مراد اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں میرزا احمد بیگ
کا اجڑا ہوا گھر لیا تھا۔ یعنی اگر وہ اپنی لڑکی کا رشتہ آپد سے کر
دے گا۔ تو رحمت کے نشان سے فائدہ اٹھائیگا۔ ورنہ اس کے اندامی
حصہ کے مطابق ہلاک ہوگا۔

میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ کہ اس کا اصل مصداق منشاء الہی میں
کونسا گھر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فہم کیوں اس سے دوسری
طرف منتقل کیا گیا۔

میں تجھے اٹھاؤنگا۔ اور اپنی طرف بلاؤنگا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھیکگا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابودی کرنے کے خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور بامراد میں مرینگے۔ لیکن خدا تجھے بجلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں سمجھ دینگا۔ پس میں تیرے خالص اور دلی محبتوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تیرا روز قیامت غالب رہینگے۔ جو اسلحہ اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا۔ اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علی حب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائینگے۔ تو مجھے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے۔ تو مجھے ایسا ہے۔ جیسے میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے۔ کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکر و اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو

۱۔ امتی کا کمال ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیاء متبوعین علیہم السلام کو مشابہت پیدا کرے۔ یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علت غائی ہے۔ جس کے لئے سورہ فاتحہ میں دعا کرنے کے لئے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی ان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاعل۔ عیسیٰ۔ داؤد۔ موسیٰ۔ یعقوب۔ محمد وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ تاوی اخلاق و برکات بطور ظلی ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ قد بر۔

اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سرد رو۔ کہ جو منافرانوں اور جھوٹوں اور حدی بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔ فقط الراتم خاک و غلام احمدؒ فروری ۱۸۸۷ء

اس عظیم الشان پیشگوئی کو ایک سرسری نظر دیکھنے سے صرف یہی بات نہیں معلوم ہوتی کہ ایک وجہ زکی اور پاک لڑکا آپ کو دیا جائیگا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مولود فضل و رحمت اور فتح و ظفر اور قدرت کا ایسا نشان ہوگا۔ کہ تمام وہ برکتیں اور بشارتیں جو اس پیشگوئی میں مذکور ہیں۔ اسکی پیدائش اور اس کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس موعود کی یہ پیشگوئی کیا ہے۔ گویا ایک پارس ہے۔ یا گوہر بے بہا یا آب حیات جس کے لئے آپ ﷺ سے بیکر جنوری ۱۸۸۷ء تک عجیب بے قراری میں دکھلائی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی آپ کی اس بے انتہائی بیقراری کو دیکھ کر آپ سے یہ کہتے ہیں۔ تَاللّٰہُ نَفَقْتُوْا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی یَمُوتَ حَرْصًا اَوْ تَمُوتَ مِنْ الْمَلَکِیْنِ۔ یعنی بخدا تو تو یوسف کی یاد میں ایسا مضطرب و بے قرار ہو رہا ہے۔ کہ گویا مرنے لگا ہے۔ اس وحی الہی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پس موعود کے لئے آپ کی یہ بے قراری حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیقراری کی طرح تھی۔ جو اپنے گم گشت یوسف کی راہ تکے تکے آنکھوں کی بینائی بھی کھو بیٹھے تھے۔ اور یہ بے قراری کوئی معمولی بیقراری نہ تھی۔ اور اس بیقراری اور گھبراہٹ کے پیچھے جیسا کہ نفس پیشگوئی کے مضمون سے ہویدا ہے۔ نہایت ہی اہم بواعث کام کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کو اپنی صداقت پر رحمت کا نشان۔ فتح و ظفر کی کلید۔ جلال الہی کے ظہور

کا نمونہ جس میں ایک آجڑے ہوئے گھر کی آبادی - بیاروں کی شفا - اسیروں کی رستگاری - قوموں کی برکت - محمد مصطفیٰ کے مفکرین کے لئے ایک کھلی نشانی - اور ایک صادق انسان کے مکذبین جو اسکی ذلت کے درپے ہیں - ناکامی اور نامرادی کا پیغام - ایسا عظمت و شوکت کا باطل شکن نشان جس پر تمام دنیا کو خدا کے دین اور اسکی کتاب کی حقانیت کے لئے بطور کسوٹی کے پیش کیا گیا ہو - اور جس کے ظاہر نہ ہونے پر ہر بار مخالفین ٹھٹھا اور ہنسی سے پیش آتے ہیں - وہ انہیں کھلے اشتہاروں سے یعقوبؑ کی طرح بار بار جواب دیتا ہے - کہ اس خدا نے میری نظرات کو سن لیا ہے اور میری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی ہے - واعلم ما لا تعلمون - ایسی تحدی واسے اور تمام برکتوں کے نشان کے لئے جس پر ایک صادق کی بعثت کے اغراض و مقاصد کا دار و مدار ہو - وہ صادق یقیناً یعقوبؑ سے بھی بڑھ کر بے قرار ہو گا - اور کونسا باپ ہے - جو یوسف جیسے بیٹے کی تلاش میں سارے جہان کی خاک نہ چھانیکے - یا بحر ظلمات کی تاریکیوں میں ٹٹولنے میں دریغ نہ کرے - اور وہ کونسا احق انسان ہو گا - جو یعقوب کو یوسف کے لئے گرہ و زاری اور صحرا و نوردی پر ملامت کرے گا - پس ٹھیک اسی طرح قیاس کر لو اس انسان کے متعلق بھی جسے یوسف کے مل جانے کی خوشخبری دی گئی ہو - اور پھر وہ بیقرار رہے گا انتظار نہ کرے گا - یا اسکی تلاش میں ادھر ادھر نہ جھانک رہا ہو - یوسف کے مل جانے کی بشارت تو پھر موعود کی بشارت کے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتی - ساری دنیا کی نعمتیں ایک طرف - اور یہ بشارت ایک طرف - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں - بشارت دی کہ اک بیٹا ہی تیرا جو ہو گا ایک دن محبوب میرا

کروں گا اور اس مہر سی اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہو اک دل کی غذا دی
نسیبان الذی اخذ الاعداء

پس خدا را ایک طرف اس عظیم الشان بشارت کو سامنے رکھو - اور پھر اس بشارت کے پانے واسے انسان کے دل و دماغ کی کیفیات اور جذبات کا مطالعہ کرو - کہ وہ کس نوعیت اور کس حدت کے ہوں گے - ایک لمحہ کیلئے فرض کرو - کہ دین و دنیا کی برکات کے وعدوں کے ساتھ آپ کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی جائے - تو آپ کی انتظار اور جستجو کی گھڑیوں کی کیا حالت ہوگی - اور اس کے حاصل کرنے میں آپ کیا کچھ نہ کریں گے - اس سے آپ آسانی سے اندازہ لگائیں کہ اس بشارت کی موجودگی میں اور اس کا بار بار اعلان کرنے اور بظاہر حالات اسے پورا ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۸۸۶ء سے ۱۸۸۹ء تک ذہنی کاوش کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے - ضرور ہے - کہ آپ کی روح ایسے ربانی نشان کلمۃ اللہ - کلمہ تمجید کی جستجو میں غایت درجہ بے قرار ہو - اور آپ یقیناً اس کے لئے نہایت بیقرار رہتے - اور اس غایت درجہ بیقراری کا پتہ جیسا کہ آپ کے ان تسلی آمیز ابھاموں سے لگتا ہے - جو آپ کو اس بے عرصہ میں اس روح الحق کے بارے میں بار بار ہوتے رہے ہیں - اور جنہیں آپ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں - ایسا ہی ان خطوں سے بھی معلوم ہوتا ہے - جو آپ نے پرائیویٹ طور پر نہ صرف حضرت خلیفہ اولؑ کو لکھے بلکہ بعض دوسرے دوستوں کو بھی لکھے - ان میں سے چودھری رحم علی صاحب کا بھی ایک خط جو ۱۸۸۶ء کا پتہ مذکورہ کے مشابہہ درج ہے - اس خط کا مضمون بھی تقریباً وہی ہے - جو حضرت خلیفہ اولؑ کو لکھا - اور جس کا

ذکر میں پیشتر کر چکا ہوں۔

ان خطوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ اپنے کسی الہام کی بنا پر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ایک اور پار ساطع اور نیک سیرت عورت سے نکاح ہو گا۔ اور اسی سے وہ مبارک لڑکا بھی پیدا ہو گا۔ جس کا مندرجہ بالا بشارت میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ الہامات کونے ہیں جن سے آپ نے یہ قیاس کیا۔ ان میں سے ایک الہام تو اسی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی مشہور پیشگوئی میں مذکور ہے۔ جسکی ابتدا یوں ہے۔ ”پھر خدا کے کریم جلشائے نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ تیرا گھر برکت سے بھر بیگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔“ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائیگی۔

یہ وہ الہام ہیں۔ جن میں ایک خواتین مبارکہ کا ذکر ہے۔ جن سے آپ کی نسل بکثرت بڑھائے جانے کا وعدہ ہے۔ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو جو خط مورخہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء لکھا گیا۔ اس سے یقینی طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک نکاح ثانی کے متعلق کوئی صریح الہام نہیں بلکہ بعض الہاموں سے اشارۃً مستنبط کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ اس خط میں لکھتے ہیں۔ ”وہ بہر حال عاجز نہ یہ عہد کر لیا۔ کہ کیسا ہی موقع پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک سن رہا ہوں۔“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دوسری شادی کا خیال بطور ایک قیاس سے تھا۔ جو بظاہر ان الہامات کے الفاظ سے بھی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ گو وہ الہام جو ۱۸۸۶ء سے پہلے کے ہیں۔ اور جن میں سے

تیری شادی کے متعلق
قبول کیا گیا

ایک یہ الہام ۱۸۸۸ء والا بھی ہے۔ یعنی ”میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔“ انہیں آپ اپنی دوسری شادی میں پورا ہوتے دیکھ چکے تھے۔ اور آپ کا یہی خیال رہا۔ کہ پسر موعودہ کی بشارتیں حضرت ام المؤمنین سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ مگر اب جبکہ اس موعودہ بشارت کی انتظار شدت سے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور اس انتظار کے ساتھ مخالفانہ حالات (ایک لڑکی اور اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو کر ان کا فوت ہو جانا) پیدا ہو رہے تھے۔ اور لوگوں کی منہنی ٹھٹھا بڑھتا جاتا تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ طبعاً ان الہامات کا اصل مدعا سمجھنے کی طرف منعطف ہوئی۔ اور آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا کہ موعود پسر کا تعلق کسی اور شادی سے نہ ہو۔ اس بات کا تو قطعی طور پر آپ فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ کے وعدے پسر موعود کے بارے میں یقینی ہیں۔ جیسا کہ آپ فروری۔ مارچ۔ اپریل۔ ستمبر ۱۸۸۶ء اور اگست ۱۸۸۶ء اور اکتوبر ۱۸۸۶ء کے خطوں میں اور نیز ازالہ اوہام و مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں بتکرا اور اصرار اور پوری صراحت سے کر چکے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے۔ کہ میری ہی ذریت سے ایک اولوالعزم پیدا ہو گا۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہو گا۔ وہ آسمان سے اتر بیگا۔ اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا۔ الخ اور ایک عرصہ تک یہی یقین رہا۔ کہ اس کا تعلق دوسری شادی سے ہے۔ جو ہو چکی۔ مگر اب جبکہ اس کے ظہور کی انتظار ضرورت سے لمبی ہو گئی

تو آپ نے اگرچہ نفس پیشگوئی کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے تردد محسوس نہیں کیا۔ البتہ یہ خیال ضرور کیا۔ کہ ممکن ہے۔ اسکی پیدائش کا تعلق کسی دوسری بیوی سے ہو۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس خیال کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ وہ اس پیشگوئی کی اہمیت اس نظر سے نہیں دیکھتا۔ جس نظر سے آپ دیکھ رہے تھے۔ اور نہ ان مخالفانہ حالات کو سامنے رکھتا ہے۔ جو آپ کے اعلان دعویٰ کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے۔ آپ کی گھبراہٹ اور قلق کا اندازہ صرف اور صرف وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو یعقوب علیہ السلام کے دل گردے کا مالک ہو۔ اور جس کی آنکھیں ایک نہایت ہی محبوب شے کی تلاش میں بے خواب اور گریاں ہوں۔ اسی بشارت میں الہام الہی کے کلمات ان الفاظ کے بھی حامل تھے۔ ”اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔“ پس ان مذکورہ بالا حالات میں کسی تیسری بیوی کے بطن سے خدا کی رضا مندی کے عطر سے مسحور کئے ہوئے انسان کے پیدا ہونے کا خیال نہ صرف یہ کہ ایک طبعی امر تھا بلکہ آپ کا حامل وحی ہونے اور عظیم الشان اصلاح کا بیڑا اٹھانے والے کی حیثیت سے یہ فرض بھی تھا۔ کہ اگر ایک سے نہیں۔ تو دوسری سے اور دوسری سے نہیں تو تیسری اور چوتھی بیوی سے ہو۔ اسکی تلاش کرتے۔ اور واقعات کی تصدیق جس خاتون کے مولود کے حق میں ہوتی ہوئی خاتون الہام الہی میں مقصود ہوتی۔ اور اگر اس تجربہ میں ذرہ بھی کوتاہی فرماتے۔ تو آپ اس عظیم الشان وعدہ الہی کے پیش نظر ایک بہت بڑے مواخذہ کے نیچے تھے۔ درحقیقت یہی۔ جب آپ کی گھبراہٹ کی بھی تھی۔ اور

آپ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ مبادا اس عظیم الشان عیلے سے الہام میں اشارات پائے جانے سے باوجود صرف اسی ایک خاتون پر انحصار رکھنے کے سبب محروم نہ کیا جاؤں۔ اور کون ہے۔ جو اس میں آپ پر الزام رکھے گا۔ لیکن جیسا کہ میں شروع تمہید میں اس راز کو بتلا چکا ہوں۔ کہ جنہیں خدا اپنے کام کے لئے تیار کرتا ہے۔ انکی فطرت کا خمیر شروع سے ہی کچھ ایسا اٹھایا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا ہر کام خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود مذکورہ بالا الہام سے مترشح اور مستنبط ہونے کے آپ نے محض اپنے قیاس کی وجہ سے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ اس کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کیسا بھی موقع پیش آئے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں۔ یہاں اپنی بصیرت کے لئے وہ قسم کی جہد کی کیفیتیں آپس میں کشمکش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک طرف سے مشیت الہی کی زبردست تجلی کا یہ گہرا یقین کہ ایک مسیحی نفس اور روح الحق مولود ضرور دیا جائیگا۔ اور دوسرے یہ کیفیت کہ وہ اس بیوی سے ہو گا یا کسی دوسری بیوی سے۔ اور اس کے بین بین نفس کی یہ کیفیت بھی کار فرما ہے۔ کہ دوسری بیوی کی وجہ سے ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے آپ مستعمل نہیں۔ اور آپ کی یہ شدید خواہش کہ یہ دوسری صورت پیدا نہ ہو۔ اور یہ اندیشہ کہ خدا تعالیٰ کا اس بارہ میں کوئی صریح حکم نہ آجائے۔ اور اس خواہش پر موت کا وارہ ہونا ایک آخری مرحلہ ہے اس روحانی ارتقاء میں جس سے خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تیار شدہ بندوں کو لامحالہ گزرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ آخری کردار اگھوٹ ہے

جس کے پینے کے بعد روحانی انسان کے اندر روحانی نعمتوں کی شیرینی بھری جاتی ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہر سالک راہ کو یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑے۔ تاکہ وہ اپنی کوئی خواہش بھی نہ رکھ سکے۔ اور تاکہ وہ ہر امر الہی کے اختیار کرنے کیلئے اپنے دل کی ساری خوشی کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے اپنے تئیں مستعد اور تیار پائے۔ کوئی شخص منصب رسالت کے لئے نہیں چنا جاتا۔ جب تک آخری مرحلہ طے کر کے رسالت کا یہ روحانی مقام اسے حاصل نہیں ہو جاتا اور ضرور تھا کہ مسیح موعود کو بھی ایسا مقام حاصل ہوتا۔ اور آپ کی زندگی میں سنت الہیہ کے مطابق ایسا نمونہ ہمارے لئے قائم کیا جاتا۔ جو دنیا میں ایک ابدی شاہد کے قائم مقام ہو کر یہ شہادت دیتا کہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے بروز ہونے کا یہ مدعی اور آپ کا یہ غلام بھی درحقیقت مہیا یُنْخَلِقُ مِنَ الْهَوَىٰ اِنَّ هُوَ الْاَوْتَمٰی تَوْحٰی کا اسی طرح مصداق تھا جس طرح وہ نامدار آقا۔ وہ بہاؤ کا سردار۔

ہر نبی کی زندگی میں ایسے واقعات کی واضح مثالیں روز روشن کی طرح ملتی ہیں۔ جن سے ان تلخ آزمائشوں اور کڑوے گھونٹوں کی نوعیت اور انکی غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی بشت کے واقعہ کو یاد دلانے ہوئے فرماتا ہے۔ وَ اِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوسٰی اَنْ اُتِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ثُمَّ فِرْعَوْنُ مَا لَا یُتَّقُوْنَ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکَذِّبُوْا وَ یُضِلُّوْا مَذٰیجِیْ وَ لَا یَنْخَلِقُ لِیْ سٰوِیَ فَاَدْرِیْ اِنِّیْ هٰکُنَّ وَاَنْتَ وَ کُنْتُمْ عَلٰی ذٰلِکَ فَاَخَافُ اَنْ یَّتَمَتُّوْا بِیْ وَ یُتَمَتُّوْا بِیْ وَ یُتَمَتُّوْا بِیْ وَ یُتَمَتُّوْا بِیْ۔ اور سورہ شوریٰ کی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور خوف و ہراس کے احتمالات کو ظاہر کر کے ارادیا ہے۔ اور ان دو آیتوں سے یہ سمجھایا ہے کہ نبی و دو قسم کے محرکات کے درمیان کشمکش کر رہا ہوتا ہے۔ ایک تحریک بشریت کے طبعی تقاضا کے ماتحت ہوتی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ

ناموس اور لاہوتی مقامات کی ایک واضح مثال

کہ وہ مجھے جو ثبات قرار دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ ہے۔ اور زبان چلتی نہیں۔ نارون کو حکم دیں۔ اور میں لان کا مجرم بھی ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ قَالَ کَلَّا۔ فَاَذْهَبَا بِاٰیٰتِنَا اِنَّا مَعْکُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۔ (الشعراء) کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارا ماجرا سننے والے ہونگے۔ اسی واقعہ کا سورہ طہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَ قَتَلْتُ نَفْسًا فَفَجَعَلْتُكَ مِنْ النِّعَمِ وَ قَتَلْتُكَ فَتَوَدَّنا۔ فَلَمَّسْتُ سِیْنِیْ فِیْ اَھْلِ مَدِیْنٍ ثُمَّ جِئْتُ عَلٰی قَدْرِیْمُوْہِیْ اِذْ هَبَّ اَنْتَ وَ اَخُوْکَ بِالْیَمٰیۃِ وَ لَا تَنْبِیْا فِیْ ذٰلِکَ یَوْمٍ۔ (آیت ۳۲) اور تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ تو ہم نے تجھے غم سے رہائی دی۔ اور تجھے طرح طرح کی کٹھالیوں میں ڈال کر کندن کیا۔ اور چند سال تک مدین والوں کے پاس رہا۔ پھر جا کر اسے موسیٰ تو اس مقررہ اندازہ پر پہنچا ہے۔ اور میں نے تجھے اپنے لئے طیار کیا ہے۔ اس لئے اب تجھے میرے لئے جینا اور مرنا ہو گا اور میرے حکم کی تعمیل میں تیری اپنی خواہش کا کوئی دخل نہ ہو۔ جا تو اور تیرا بھائی میرے احکام اور نشانات کے ساتھ۔ اور ہر دم مجھے یاد رکھنا کہ تجھے میں نے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیرے ساتھ اور آزمائشوں کی کٹھالی میں ڈال کر انہیں اپنے لئے تیار کئے جانے کے معنوں پر درود دیا ہے۔ اور سورہ شوریٰ کی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور خوف و ہراس کے احتمالات کو ظاہر کر کے ارادیا ہے۔ اور ان دو آیتوں سے یہ سمجھایا ہے کہ نبی و دو قسم کے محرکات کے درمیان کشمکش کر رہا ہوتا ہے۔ ایک تحریک بشریت کے طبعی تقاضا کے ماتحت ہوتی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ

السلام کا خوف وہراس اور اپنی کمزوریوں کا خیال اور اس کے ضمن میں معذرت
کا پیش کرنا اور دوسری تحریک مشیت ربانی کی جو پہلی تحریک کو آخر دبا لیتی
ہے۔ یہ دونوں تحریکیں ممتاز طور پر ایک دوسری سے جدا جدا نظر آتی ہیں۔
لیکن ایک اپنی قوت و شدت میں دوسری تحریک سے غالب پہلو دکھتی ہے
اور فعال ہوتی ہے۔ اور دوسری اس کے فعالیت کے زیر اثر کا لعدم ہو جاتی
ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ تا دیکھنے والے دیکھیں کہ وہ ربانی انسان اپنی
خواہش رکھتے ہوئے اس خواہش کو خدا تعالیٰ کی مشیت کے بھینٹ چڑھا رہا ہے
اور یہ کہ وہ اپنی مرضی چھوڑتا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کو مقدم کرتا ہے۔ اور اگر یہ جدا
جدا لاہوتی اور ناسوتی ردیوں اس کے اندر کام کرتی ہوئی نظر نہ آئیں۔ تو ہمارے
لئے یہ سمجھنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے کہ اس ربانی انسان میں کونسا
حصہ اس کے اپنے نفس کا ہے۔ اور کونسا حصہ خدا کے قدوس کا۔ اور یہ کہ وہ
کوئی حصہ کو کس حصہ پر ترجیح دیتا ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مدعی
نبوت و رسالت میں اس کے نفس کی خواہشات اور جذبات کیا ہیں۔ اور اس
کے مبعود حقیقی کی مرضی کیا ہے۔ ہم کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنی خواہشات
کو خدا تعالیٰ کی مرضی کیسے چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے واقعہ بخت و ماموریت کو نمونہ پیش کر کے بتلایا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ایک
بشر انسان کے یہ خوف وہراس اور یہ خواہش رکھتے تھے۔ اور اس کے بالمقابل
خدا تعالیٰ کی مشیت یہ تھی۔ مگر چونکہ وہ خدا تعالیٰ کے کام کے لئے اس کے ہاتھ
سے تیار شدہ انسان تھا۔ ایک لفظ کے کہنے پر وہ ایک سپاہیانہ انداز
سے اپنے دل جگر پر ہاتھ رکھتے ہوئے خدا کی مشیت کے پورا کرنے کے لئے مقبل
عزم کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ بالکل ایک نرالا انسان تھا۔ جو یقینی

خطرات میں گھبرے ہوئے ہزار ہا انسانوں کی تیغ و پیکار اور اناللہ وکون
کے شور و غوغا پر گلابی تہمتیں پڑتی تھیں۔ یہ تہمتیں پڑتے ہوئے عین سمندر کے
تلاطم میں اپنی ساری قوم سمیت کود پڑا۔ اب یہ موسیٰ وہ بشر نہ تھے جنہوں
نے ابتدا میں بشریت کے تقاضا کے ماتحت خوف کی عدم موجودگی میں ہر
قسم کے خوف کے احتمالات پیش کر کے معذرت کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام
کی دونوں حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ صرف اس لئے
دکھلایا جاتا ہے۔ تا دیکھنے والے دیکھیں کہ مدعی نبوت کا کونسا حصہ بشریت کا
ہے۔ اور کونسا حصہ ربانی۔

اسی طرح بعینہ ہر نبی کی زندگی میں یہ دو حصے جدا جدا کر کے دکھائے
جاتے ہیں اور جس انسان کی پیشگوئی کے متعلق میں آج آپ کو مخاطب
ہوں۔ اس میں بھی یہ نظارہ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار دکھلایا جا چکا
ہے۔ تا یقین کر نیوالوں کو یقین ہو۔ کہ وہ آپ سے نہیں بلکہ خدا سے تھا۔
اور خدا کے قدوس میں ہو کر اس نے اپنی مرضی نہیں بلکہ خدا کے قدوس
کی مرضی کو اختیار کیا۔ اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے
پرائیویٹ خط میں جو مودعہ ارجحان ^{مشیت} کو حضرت خلیفۃ المسیح اول کو لکھا۔
اپنی خواہش اور اپنے عزم کا اظہار کھلے الفاظ میں کر دیا۔ کہ گواہان
سے اشارۃً یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ تیسرا نکاح ہو۔ گو وہ فلاں فلاں
دو بات کی بنیاد پر اپنے لئے اسے مناسب نہیں سمجھتے۔ اور یہ قطعی فیصلہ کر
انا للہ وکون۔ ہم چھوڑ گئے۔ گلابی تہمتیں پڑتی تھیں۔ ان تہمتیں پڑتے ہوئے
میرے ساتھ میرا رب ہے۔ مزدورہ نجات کی راہ نکالے گا۔
(شعراء آیت ۶۰)

لیا ہے کہ یہ بارگراں نہیں اٹھائیں گے۔ یہ حصہ بشری تعاضے کا تھا۔ جسے
توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ غیبی محرکات اور سامان پیدا کر دیئے۔ تا
آپ کے ناموتی جسے کولاہوتی جسے کلینہ ممتاز کر کے علیحدہ علیحدہ دکھلایا
اور تیلایا جائے۔ کہ وہ کس قسم کے گروہ سے تعلق رکھنے والا انسان تھا۔
آیا اس گروہ سے جو اپنی خواہش کو اختیار کرتا ہے۔ یا اس گروہ سے جو
اپنے خدا کی مرضی کو ہر حالت میں مقدم کرتا ہے۔

میں ابھی بتلا چکا ہوں کہ آپ کس طرح اس تین چار سال کے عرصہ میں
پسرموعود کی سی بے بہانہمت کو پانے کے لئے بے قرار تھے۔ اسی بے قراری
کی گھڑیلوں میں آپ کبھی پسرموعود کی پیشگوئی سے متعلقہ الہاموں پر غور کرتے
ہیں۔ کہ یہ کس طرح اور کب پوری ہوگی۔ اور کبھی جناب الہی میں تضرع
کرتے ہیں۔ کہ تا آپ پر کسی طرح یہ انکشاف ہو۔ کہ یہ گوہر زندگی کیونکر میر
ہوگا۔ مخالفین کے قہقہے آپ کی لڑکی عصمت اور آپ کے لڑکے بشیر اول کی
پیدائش اور معاموت کی وجہ سے بلند ہوتے جاتے تھے۔ اور انکی طرف سے
یہ مطالبے کے جارہے تھے۔ کہ وہ نشانِ رحمت کہاں ہے۔ جس کے بارے
میں ایک عرصہ سے الہامات پر الہامات اور متحدی امیر اشتہارات پینڈو
برہمنوں اور کھتریوں کی شہادتیں ثبت کر کر شائع کر رہے ہو۔ کبھی کہتے ہو
کہ ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور کبھی کہتے ہو۔ کہ مدتِ حمل سے تجاوز
نہیں کر سکتا۔ کبھی کہتے ہو۔ کہ یہی دہلی والی بیوی ہے۔ جس کے بطن
سے وہ نشانِ رحمت پیدا ہوگا۔ اور کبھی کہتے ہو۔ کہ الہاموں کے
اشاروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ آنے والا بشیر عمو آیل ایک اور
منکوہ سے پیدا ہوگا۔ اور یہ تمہارے قریبی رشتہ دار تمہیں رات

مخالفین کا اشتہار اور مطالبہ

دن کے جاننے پہچاننے والے تمہارے فلاں منہ شام ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ کہ
یہ بڑا ٹھگ۔ مسکار اور دھوکے باز ہے۔ اسکی باتوں پر کان نہ دھرتا مگر
یہ ایک محشر برپا تھا۔ اسوقت مطالبوں اور مخالفتوں کا۔ اور ہندوستان
خصوصاً پنجاب کا کوہ کوہ نہ آپ کے خلاف قیامت خیز حکامہ آرائیوں
کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس شدت کی مخالفت کا تقوڑا سا پتہ اب
بھی ان اشتہاروں کے مطالعہ سے چل سکتا ہے۔ جو اس زمانے میں شائع
کئے گئے۔ خصوصاً میر عباس علی صاحب کے اشتہار سے جو ۸ جون ۱۸۵۷ء
کو مدتِ حمل کی تشریح میں شائع کیا گیا۔ اور تبلیغ رسالت کے ۵۵
پر درج ہے۔ یا ان اشتہاروں کے مطالعہ سے لگ سکتا ہے۔ جو آریوں اور
عیسائیوں اور اپنے رشتہ داروں کی طرف سے آپ کی شدید دشمنی اور مخالفت
کی وجہ سے بظاہر نہ پوری ہوئی والی اس پیشگوئی کی آڑے کر شائع کئے
گئے۔ براہین احمدیہ کو شائع ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ مامو
من اللہ ہونے کا دعویٰ بھی عام و خاص میں۔ ہندوستان میں بھی اور
ہندوستان کے باہر بیرونی دنیا میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ اور مذہبی
تبادلہ خیالات اور بحث و مباحثہ کی ایک روح چلی تھی۔ اور جس چیز دینی
وحی الہی کی تجلیات کے نزول اور تازہ بہ تازہ آسمانی نشانوں کے دکھلا
جانے کو آپ نے اسلام کی حقانیت و صداقت کو بطور ایک جاودانی
شہادت کے پیش کیا۔ اور اپنے ذاتی تجربوں کو اس پر بطور ایک برہان
ناطقی اور شاید صادق کے گذارا تھا۔ اسی ایک چیز میں بظاہر ناکامی
کا ہونا یہ ایک ایسی بات نہ تھی۔ بلکہ کو توڑنے والی نہ ہو۔ ایسے شدید
ابتلا کے وقت جبکہ اپنے قریبی رشتہ دار غیروں کی پیٹھ بھی ٹھونک

رہے ہوں۔ اور ان کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف ثر و لیدہ بیانی سے کام لے رہے ہوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بےقراری اور گھبراہٹ کی کیا حالت ہوگی۔ اور آپ اس مہتمم بالشان پیشگوئی کے بارے میں جبکی محنت اور صداقت پر آپ کو کامل یقین تھا۔ تمام دنیا کو اس بارے میں گواہ بھی ٹھہرا چکے تھے۔ آپ کا ذہن اسے پورا نہ ہوتے دیکھ کر کیا کچھ کاوش نہ برداشت کرتا ہوگا۔ یقیناً آپ بھی دردزہ کی نازک اور سخت گھڑیوں میں سے اسی طرح سے گزر رہے ہونگے جس طرح مریم صدیقہ۔ چنانچہ آپ کی اس حالت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ اپنی ایک وحی کے ذریعہ سے جو ۱۸۸۷ء میں آپ کو ہوئی۔ انہی الفاظ سے الملاح دیتا ہے۔ جن الفاظ میں مریم صدیقہ کے دردزہ کے متعلق **فَاجَاءَكَ الْمَخَاضُ** **رَالِي جَذِيمَ النَّحْلَةِ قَالَ يَلِيَّتِي مِتَّ قَبْلَ هَذَا. اَوَلَمْ تَكُنْ نِسَاءً مُنْثِيًا. يَقِيْنًا** اس مخالفت کی شدت اور طوفان بے تمیزی کی حالت میں آپ کی بےقراری مریم صدیقہ کی بےقراری سے کچھ کم نہ تھی۔ جیسے وہ اپنے آپ کو معصوم اور استبداد سمجھتی تھی۔ اسی طرح آپ بھی اپنے تئیں لوگوں کے اتہامات سے بری اور اپنے دعویٰ میں راستباز یقین کرتے تھے۔ جمرہ نیچے کی گھڑیاں ضرورت سے زیادہ بھی معلوم ہو رہی تھیں۔ اور بار بار آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ کہ یہ سچا وعدہ کیونکر ادا کب ہوگا۔ آپ کو یہ تو کامل یقین تھا۔ کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ آپ کے اس عرصہ میں شروع سوئیک آفرنگ بات پر غیر متزلزل یقین رہا۔ آپ ۱۲ جنوری ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں اعلان فرماتے ہیں: "میں جانتا ہوں۔ اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔ اور اگر بھی موعود لڑے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں

۱۸۸۷ء دردزہ کی تکلیف اسے کھور کے تنے کے قریب لے آئی۔ کہنے لگا۔ اسے کاش میں اس سے پہلے

تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن باقی رہ جائیگا۔ تو خدا نے عذوجل اسدن کو ختم نہیں کریگا۔ جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ) انسی یقین کا اظہار ۸ اپریل ۱۸۸۷ء میں تھا۔ اور یہی یقین یکم دسمبر ۱۸۸۷ء میں تھا۔ کہ "خدا کے وعدے کے موافق اپنی میناد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان مل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدہ کا ٹکٹا ممکن نہیں" (سبز اشتہار ص ۱) لڑکی اور لڑکے کی پیدائش اور اس کی موت سے یا مخالفین کی ثر و لیدہ بیانیوں اور ہرزہ سرائیوں سے آپ کے اس یقین کی پختگی میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا۔ وہ ایسا مستحکم یقین تھا۔ مگر یہ جستجو ضرور تھی۔ کہ وہ فتح و ظفر کی کلید والا لڑکا کیونکر اور کب پیدا ہوگا۔ اس حمل سے یا مابعد کے حمل سے۔ اس خاتون سے یا کسی دوسری خاتون سے۔ اور اس جدوجہد میں کبھی آپ اپنے الہاموں کی بنی السطور پر نظر دوڑاتے ہیں۔ اور کبھی بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی اپنے نفس سے مشورے کرتے ہیں۔

یہ باطنی جدوجہد ایک دور بین نگاہ کے لئے نہایت دلچسپ ہے۔ اور محمدی سیکم کی پیشگوئی کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے نہایت ہی اہم ہے۔ اتنا اہم کہ جو شخص اس حصہ کو نظر انداز کرتا ہے۔ وہ درحقیقت ایک عظیم الشان پیشگوئی کی شان کو بالکل ماند کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بار بار مختلف اسلوبوں

بقیہ حاشیہ ۲۵
مرجانا۔ اور نبولا بسرا ہو جاتا۔ لفظ مخاض کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں۔ اس سے وہ امور مراد ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۲)
حاشیہ ۲۶۔ تذکرہ ص ۱۷

سے اس حصہ مضمون کو آپ کی خاص توجہ کا آماجگاہ بنارٹا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب تک آپ اس نکتہ معرفت کو نہ سمجھ لیں گے کہ انبیاء میں ایک حصہ بشریت کا ہوتا ہے۔ اور ایک حصہ الوہیت کا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے محاذ پر واقع ہوتے ہیں کہ جس سے انبیاء کی شان ممتاز کا پتہ روز روشن کی طرح پتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَالْبَحْمُ إِذَا هَوَىٰ. مَا مَثَلُ مَا جَبَّحَكُمْ وَمَا عَوَى. إِنَّ هُوَ إِلَّا وَجْهُ يُؤْتِي. عِلْمَهُ شَدِيدَ الْقُوَى. ذُو مِرَّةٍ. قَاسَتُوهُ. وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى. ثُمَّ دَنَى. فَتَدَنَى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى. فَأَوْسَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْسَىٰ. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ. أَفَتَمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ (البحم) قسم ہے درخشاں ستارے کی۔ جب وہ جھکتا ہے۔ اس کے جھکنے سے ست خیال کرو۔ کہ وہ پستی کی طرف آ رہا ہے اور اس کی روشنی ماند پڑے گی۔ نہیں بلکہ اور زیادہ روشن ہو جائے گی۔ اسی طرح تمہارا یہ سائنسی کبھی صراطِ مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہوا۔ اور اس نے اپنی خواہشات کی کبھی پیروی نہیں کی۔ اور اپنی خواہش نفس سے وہ ہرگز نہیں بولتا۔ اس کا کلام تو خالصاً ایک وحی ہے جس کے بیان کرنے کے لئے وہ مامور ہے۔ خدا کے ذوالجلال نے اپنی نہایت زبردست تجلیوں کے ساتھ اسے وہ یقینی علم دیا ہے کہ اس کے یقین کے پرکار توازن میں ذرہ بھر بھی خلیش پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنے یقین کے حد استوائیں نہایت ہی بلند افق پر کھڑا ہے۔ جس سے تمام نشیب و فراز اور دور و نزدیک اس کی آنکھوں کے سامنے آشکارا ہیں۔ پھر اس یقین کے اعلیٰ مقام سے اور بھی زیادہ قریب ہوا۔ اور اس کے لئے یہ تقریب پیدا کی کہ وہ نیچے اترا۔ اور قوسین یا اس سے بھی بڑھ کر اندازے پر کھڑا کر کے اس کے دائرہ عرفان کو مکمل

قَاب قَوْسَيْنِ کا سلسلہ انشراح اس کی مابینیت اور عرض و غایت

کیا۔ اور اس ذوالجلال معلم نے اس کی معرفت کو ہر رنگ سے مکمل کرنے کیلئے اپنی وحی کی وہ کچھ تجلیاں ظاہر کیں۔ جو تمہارے اور اس سے بالکل بالایی۔ دل نے بھی تصدیق کی اس شاہدہ روحانی کی۔ جو اسے حاصل ہوا تھا۔ پس کیا تم اپنے شکوک و شبہات کے اندھا پے میں اس سے ان باتوں پر جھگڑتے ہو۔ جنہیں وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ وَلَقَدْ رَاكَ نَزْلَةً أُخْرَىٰ. عِنْدَ مَا جَنَّ الْمَادَىٰ. أَذِيعْشَى السَّدْرَةَ مَا يَعْشَى. مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى. لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى. وہ تو اس نزول وحی کا ایک اور بھی شاہدہ کر چکا ہے۔ اور اس نہایت ہی نازک مقام پر جہاں آنکھیں چندھیا جاتی اور انسانی نظریں کام کرنے سے جواب دے دیتی ہیں۔ اور حیرانگی اور گھبراہٹ آگھیرتی ہے۔ اسی مقام تجت مادی بھی ہے۔ جس میں گوہر مقصود چھپا ہوا ہے اور جو کامل امن اور سلامتی کا گہوارہ ہے۔ وہ ایک کائنات دار نہایت ہی گنجان و شوار گزار جھاڑی ہے۔ جس سے گزرنا خطروں سے خالی نہیں۔ اذِيعْشَى السَّدْرَةَ مَا يَعْشَى. اس نہایت گنجان جھاڑی دار مقام پر ابتداء کی گھٹائیں کیا کیا چھائی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا بھی ہر انسان کے لئے ناممکن ہے۔ اس مقام پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر نہیں اچکی۔ اور اس کے توازن میں فرق نہیں آیا۔ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى. یقیناً وہ اس مقام پر بھی اپنے رب کے بڑے سے بڑے نشان دیکھ چکا ہے۔ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَالْمُنَازِلَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَمْ يَكُنْ أَلَدُكُمْ كَوْنَهُ الْأَمْنَىٰ. تم لات۔ عزیٰ اور ان کے سوا اس تیسری منات کو بھی دیکھ چکے ہو۔ کہ وہ اپنے پرستاروں کو کیا کچھ یقین و معرفت اور برکات اور عارقی عادت نشانات سے متمتع کر سکتی ہیں۔ کیا تمہارے لئے

تو نہ ہوں۔ اور اس کے لئے مادیاں شہوت یہ تو ایک ناقص تقسیم ہوئی۔ یہ کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کے لئے اور اپنے کام کے لئے جنہیں چاہے
وہ اپنی خلقت میں ادھر سے اور ناقص ہوں۔ پس ان کے اندر بشری خواہشات
کا جھکاؤ دیکھ کر یہ مست خیال کر دے کہ وہ جھکے ہیں۔ مَا مِثْلَ مَا جِئْتُمْ وَمَا غَوَىٰ
ایسا نہیں وہ ہرگز صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہوئے۔ اور ان کے
عرفان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ یہ سارا انتظام انہیں انتہائی مقام
معرفت اور جنت المادئی تک پہنچانے کا کیا گیا ہے۔ تا وہ لوگ (إِنَّ تَتَّبِعُونَ
إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَتَّكِبُونَ إِلَّا أَنْفُسُكُمْ) جو شک و شبہات کے پیرو اور نفسانی
خواہشات میں گرفتار ہیں لہٰذا وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْفُتُورُ (ان
کے لئے ان کے رب کی طرف سے ہدایت کے نمونے قائم ہوں۔ أَمْ يَلْمِزُكَ
مَا تَمْتَسِكُ فَبَلِّغْهُ الْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ) کیا یہ بھی کہی ہو کہ انسان جو آرزو کرے
وہ اسے مل بھی جائے۔ اگر یہ نہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے۔ فَبَلِّغْهُ الْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ
در اصل انبیاء کی پیشگوئیوں کا ابتدا بھی اللہ ہی کا اور ان کا انجام بھی
اللہ ہی کا ہے۔ ابتدا اس لئے کہ وہ کامل معرفت جو سخت ابتلاؤں
اور نہایت ہی مخالفانہ حالات میں ان کو دی جاتی ہے۔ وہ انسانی دل و دماغ
کا نتیجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ خود خدا انبیاء کے بشری تضادوں کو وحی الہی
کی تجلیات اور ان کے مدعا اور مقصود کے بالمقابل دکھلا کر ایک قوسین
کی صورت قائم کر کے قسما قسم کے امتحانوں اور خطروں اور ابتلاؤں
میں انہیں ڈال کر اپنی ربانی شان کا نمونہ کو کب درسی کی چمک دکھ
اور آب و تاب کے ساتھ دکھاتا ہے۔ اور کسی لمحہ میں بھی ان کے نور عرفان
میں کسی قسم کا دھندلا پن نہیں آنے دیتا۔ یہ اس لئے کہ تا انبیاء علیہم السلام

کا ربانی حصہ ممتاز ہو کر بنی نوع انسان کے سامنے آجائے۔ اور وہ دنیا پر
اس سربستہ راز کے جو ان کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ یہی صورت بعینہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وحی میں نظر آتی ہے۔ جس کا تعلق
زیر بحث پیشگوئی سے ہے۔ ان شدید ابتلا کے چار سالوں میں ایک لمحہ
کے لئے بھی آپ کو یہ تردد نہیں ہوا۔ کہ یہ وعدہ غلط ہے۔ اور مخالفانہ حالات
میں یہ غیر متزلزل یقین شَدِيدُ الْقَوَىٰ ذُو مِرَّةٍ خدا کے ذوالجلال کی
عظیم الشان تجلی کے نتیجے میں تھا۔ جو کو کب درسی کی طرح سے آپ کی آنکھوں
کے سامنے ہمیشہ چمکتا رہا۔ ایسا ہی اپنوں اور غیروں کے سامنے بھی اسے اللہ تعالیٰ
نے کبھی اوجھل نہیں ہونے دیا۔ اور اس کے اوجھل نہ ہونے کے مختلف
سامان پیدا کر دیئے۔ ان سامانوں میں سے وہ سارے مخالفانہ حالات
ہیں۔ جو کانٹے دار جھاڑیوں کی طرح پیدا کر دیئے گئے تھے۔ ان سامانوں
میں سے محمدی پیغمبر کے نکاح کی پیشگوئی بھی تھی۔ جو نہ آپ کی کسی نفسانی
خواہش سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق و حکمت اور وقت اور حالت کے
تقاضا پر بالکل غیبی محرکات کے ماتحت ظہور پذیر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ
نے اس پیشگوئی کے ساتھ انہی سنت کے مطابق ایک ایسا پیغمبر بھی قائم
کر دیا۔ جو مَا مِثْلَ مَا جِئْتُمْ وَمَا غَوَىٰ کی شہادت دے۔ اور وہ بخم شاقب
پسر موعود کی پیشگوئی ہے۔ جو ایک بلند مینار بن کر شہادت دے رہا ہے
کہ آپ نے اس رحمت کے نشان کے طلب کرنے میں کسی مرحلے پر بھی
اپنے ہواہم جو بس کی پیروی نہیں کی۔ میں تبلا چکا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان
بشارت اور انتہائی استہزا کے پیش نظر یہ امر طبعی تھا۔ کہ آپ کو الہامات
کے الفاظ سے تیسری شادی کا خیال پیدا ہوتا۔ مگر آپ نے اسکو ٹھکرا دیا

اور آپ کا اسے ٹھکرا دینا درحقیقت ایک طرح سے نفس کی خواہش کا
گوئی ہر ایک ایک مظاہرہ تھا۔ مگر قرآن مجید نے اسے بھی اذہقوی
سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ اس میں آپ تعدد ازواج کی ذمہ داریوں اور
مشکلات کے بارگراں کو سامنے لاتے ہوئے اپنے تئیں تسلی دیتے
ہیں۔ کہ الہام کے الفاظ ذوالوجہ ہیں۔ ان میں صراحت نہیں۔ اور حضرت
خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اس عزم سے اطلاع دیتے ہیں۔
کہ آپ تیسرے نکاح سے کنارہ کش رہنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔
اس پختہ ارادہ کو توڑنے کے لئے کئی اسباب پیدا کئے گئے۔ ان میں سے
کسی ایک سبب میں بھی اپنی خواہش اور ارادے کا دخل نہیں۔ اور ان
میں سے ایک سبب یہی خلاف توقع لڑکی کا پیدا ہونا اور پھر لڑکے کا
پیدا ہونا کہ اس کا مرجعنا بھی تھا۔ جس سے مسطحہ منی کے مخالفانہ مظاہر
کو اور بھی تقویت پہنچی۔ اور ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا
کہ آپ کے رشتہ داروں کو خصوصیت سے آپ کے خلاف چمکا دیا گیا۔
جنہوں نے نہایت ہی شرمناک اور ذلیل کن مظاہرے کئے۔ جن میں
سے مرزا امام الدین کا چو پڑوں کے بالمیک ہونے کا دعویٰ بھی تھا۔ وہ
اپنی ڈھولکیاں اور شکاری کتے لے کر اپنی ولایت کا ڈھونگ رہا کرتے
اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ اور باقی بھائیوں نے آپ پر طرہ طرہ
بکے الزامات لگائے۔ اور لوگوں میں شہرت دی۔ کہ یہ بڑا جھوٹا اور مکار
ہے۔ جس پر آپ نے وحی الہی **اِنَّ زَعِيْرَتَكَ الْاَقْرَبُ بَيْنِي** کے ماتحت وہ
مشہور و معروف اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تبلیغ و انذار ہے۔ اور
منہ۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس خطرے سے ڈرا۔ جو انہیں تباہ و برباد
کر دینا ہے۔

نیز پسر موعود کی پیشگوئی کے ضمن میں بھی اُس کے متعلق اس خدائی قصدا
قدر سے باریں الفاظ آگاہ کیا۔ ”ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں
کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ تو بہ نہ
کریں گے۔ تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود
ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیوالیہ
پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے۔ تو خدا رحم کے ساتھ
رجوع کرے گا۔ یہ وہ ہیبتناک انذار ہے۔ جس سے بجائے اس کے کہ آپ
کے رشتہ داروں کے اندر خشیت پیدا ہوتی۔ وہ شوخی اور بیباکی میں
اور بڑھے۔ اور آریوں اور عیاسیوں اور آپ کے دوسرے دشمنوں
کے ساتھ صرف آراہو کر آپ پر بے دردی سے تیر و تیر چلانے شروع
کر دیئے۔ اور کہنے لگے۔ کوئی نشان دکھلاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ اور خدا ان
اسلام کے ساتھ مل کر آپ کی ذلت اور تکذیب کے درپے ہوئے
یہ وہی لوگ تھے۔ جن کے بارے میں آپ یہ منذرانہ الہام پسر موعود
کی پیشگوئی کے ضمن میں ۲۰ فروردی ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں شائع
فرما چکے تھے۔ ”اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں گئے
ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے
خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں
میں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں
تجھے دے گا۔ اور یہ یوزی ٹولا جسکی ہلاکت و بربادی کا یہ گھڑیاں بچایا گیا
ہے۔ پسر موعود کی پیشگوئی کے ساتھ گہرا اتفاق رکھتا ہے۔ اور یہ وہی
لوگ ہیں۔ جن کے متعلق آپ نے تقریباً اڑھائی سال بعد اپنے شہرہ

آفاق اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں لکھا کہ وہ ایک مدت دراز سے نشان آسانی کے طالب تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۸ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا۔ یہ درخواست انکی اس اشتہار میں چھپی تھی۔ ان کو نہ مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی عناد ہے۔ انہو دینے رسالت ص ۱۱۱ ان لوگوں کے متعلق پسر مولود کی پیشگوئی میں بھی نہ ایک بلکہ دو دفعہ حتمی طور پر اور نہایت ہی یقینناک اور دل کو لرزادینے والے الفاظ میں بربادی افگن پیشگوئی کی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ پیشگوئی اصل ہے۔ اور باقی باتیں سب اسی سے متفرع ہوتی ہیں۔ اور وہ لامحالہ پوری ہونی تھی۔ سو پوری ہوئی۔ اور حیرت انگیز طریق سے پوری ہوئی۔ اور اس کے پورا ہونے کے لئے خود ہی لوگ محرک اور مسبب بن گئے کہ اپنی شرارتوں سے خدا تعالیٰ کی غیرت کو اکسایا۔ اور نشان پر نشان طلب کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے کہا۔ نشان تو دیا جا چکا ہے۔ جو بیک وقت رحمت کا نشان بھی ہے۔ اور بربادی کا نشان بھی۔ یہ کس طرح معلوم ہو کہ یہ انہی کے ساتھ خاص طور پر تعلق رکھتا ہے۔ سو اس سے لئے اس نے اپنے قادیان تصرفات کے ساتھ من میں مدعی الہام کا کوئی دخل نہ تھا۔ یہ تقریب پیدا کی۔ کہ انہیں ایک شکوہ از من سے معاملہ میں اسکا دست نگوں بنا دیا۔ مجھے اس معاملہ کی تفصیل میں چنداں جاننے کی ضرورت نہیں وہ ۲۰ فروری اشتہار میں تذکرہ کے صفحہ ۸۵ پر درج ہے۔ آپ نے استخارہ کیا۔ استخارہ کا خیال بھی نہایت ضروری اور اہم تھا۔ کیونکہ جن کی ہلاکت کے متعلق آسانی تقدیر فیصلہ کر چکی ہو۔ اسکی

آبادی کی تدبیروں میں خدا کے بندے محتاط ہوتے ہیں۔ اور یہ استخارہ کا خیال انابھی محض تصرفات الہیہ میں سے ایک عجیب تصرف ہے۔ اس استخارہ کا جو نتیجہ ہوا۔ اسکی تفصیل سے اجاب اچھی طرح آگاہ ہیں کہ آپ کو کہا گیا۔ کہ درخواست کنندہ یعنی احمد بیگ سے اسکی دفتر کلاں سے نکاح کے بارے میں دو سو وقت بمشکل ۱۲ سال کی تھی سلسلہ جنابی کر۔ اور انکو کہہ دے کہ تانگلوک اور مروت تم سے اس شرط سے کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح تمہارے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا۔ تو اسکی لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیابھی جائیگی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دفتر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔ تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے۔ بلکہ بعض مکاشفات کی رو سے مکتوب الہی یعنی میرزا احمد بیگ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں۔ نزدیک پایا جاتا ہے۔ اور ان کے گھر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دفتر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو پسر مولود والی پیشگوئی کی دونوں شقیں تبشیری اور اندازی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں اشخاص متعلقہ اور انکی سزا اور موت کے وقت کی تعیین ہے۔ اور یہ بات انسانی قیاس اور تصرف سے بالا ہے۔ دفتر مذکورہ کا نکاح ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا۔ اور اسکا والد احمد بیگ ۶ ماہ کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو بیت کچھ ہوم و غموم دیکھنے

سے بعد مر گیا۔ مجھے ان باتوں کی تفصیل میں نہیں جانا۔ جو بات میں آپ
سے کہہ رہا تھا۔ اور کہنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان اسباب میں سے
جس نے اصل پیشگوئی کی صورت و شکل میں ایک خفیف سی مگر اہم تبدیلی
پیدا کر کے اسکی شان کو اور اسکی قوت کو بڑھا دیا ہے۔ ان میں سے ایک
سبب بھی ایسا نہیں۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی خواہش
کا دخل ہو۔

آپ کی خواہش تو یہ رہی۔ کہ تیسرے نکاح کا بار گراں نہ اٹھایا جائے۔
خواہ کیا ہی موقع پیش آئے۔ اور اسی امر کا فیصلہ آپ نے ایسی حالت میں
کیا۔ جب آپ نے پسر موعود جیسی اہم پیشگوئی کی۔ اور اس کے لئے غایت درجہ
آرزو رکھنے اور ہر دفعہ اسکی پیدائش کے قرب کا اعلان کرنے کے باوجود
خلاف توقع صورتیں پیش آئیں۔ الہامات کے الفاظ سے تیسری شادی کا
ضیال ضرور پیدا ہوا۔ جس کا پیدا ہونا حالات مخصوصہ میں طبعی امر تھا۔ مگر
آپ نے اسے دور کر دیا۔ اور اس وقت بھی جب استخارہ کرنے پر اپنے آپ کو
مأمور پایا۔ تو آپ نے اپنے نفس میں کراہت پائی۔ اور نہ چاہا۔ کہ میرزا
احمد بیگ پر اسکا اظہار بھی ہو۔ یہاں تک کہ جب احمد بیگ نے ٹکڑہ زمین
کے لئے بار بار اصرار کیا۔ تو اس وقت بھی جب آپ نے اسکو منٹائے آگے
سے بذریعہ خط مطلع کیا۔ تو اس خط میں یہ تاکید کی۔ کہ اسے پوشیدہ رکھا
جائے۔ اور یہ بھی نہ چاہا۔ کہ درحالت مدد انکار وہ اس امر کو بوجہ ایک فاسق
معاملہ کے شائع کرے۔ جو آپ اسے شائع کرنے کیلئے مامور تھے۔ کیونکہ آپ سب سے
تھے۔ کہ یہ درخواست ایسی نہیں۔ کہ اس کے اظہار اور اشاعت سے اسکی
دل شکنی اور رنج نہ ہو۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ جولائی مندرجہ تلخیص رسالت جلد ۱۱

اور یہ خیال اصل حقیقت سے دور کا ہے کہ اسکی موت اور بربادی کی پیشگوئی اسکو ڈرانے دھمکانے کیلئے کی گئی تھی۔ کیونکہ ہودی شمشہ ہی میں آپ کو بمقام ہوشیار پور میرزا احمد بیگ اور اسکی بیوی کی نسبت یہ الہام عربی میں ہوا تھا۔ رَأَيْتُ هَذِهِ الْمَرْءَةَ وَآثَرُ الْبُكَاءِ عَلَى وَجْهِهَا فَقُلْتُ إِنَّهَا الْمَرْءَةُ تَزِينُ تَرْوِيحَ قَاتِ الْبَلَاءِ عَلَى عَقِيدَتِ يَمُوتُ وَيَبْقَى مِنْهُ كَلَابُ مُتَعَدِّدَةٍ اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ بلکہ اس سے بہت عرصہ قبل یعنی شمشہ میں آپ نے اہل قادیان کو اطلاع دی تھی کہ آپ کی برادری سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ (اشتہار ارجو لانی شمشہ) اور یہ امر بھی عجیب تصدیق الہیہ میں سے ہے کہ اس پیشگوئی کا اندازہ حصہ اس زمانہ سے چلا آتا ہے کہ جب اس کی لڑکی آٹھ نو برس کی تھی۔ یہ اس لئے ہوا کہ (وَإِذَا طَلَبْنَا لَدَيْهِمْ وَاحْتَصَلَى كُلُّ شَيْءٍ بِعَدَدٍ) انبیاء کے فریضہ رسالت کی ادائیگی کو آسان کرنے کیلئے پہلے ہی اس نے پورا پورا انتظام اور ایک ایک بات کا حساب کر رکھا ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت میں اسکو کسی نفسانی خواہش اور افترا پر محمول کرنا اگر حماقت نہیں تو اود کیا ہے۔ ذَلِكْ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ یہ سب اندازے اس غالب علیم خدا کے علم اور دست تصرف سے پہلے سے ہی تیار ہو کر رہے ایک بندے کی زبان پر جاری ہو چکے تھے۔ اور اسے قصداً اسکی ماہیت اور حقیقت سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ تاوگ جائیں۔ اور یقین کریں کہ وہ آپ سے نہیں۔ بلکہ خدا سے بول رہا ہے۔ إِذَا هَوَى مَا نَحْنُ مَا حَكَمُ وَمَا هَوَىٰ إِنْ عَنِ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ فَلَمْ يَشَهِدْهُ الْقَوِيُّ دَوْمَرَةً فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُنْفِ لَا اس نے ابتدا میں نہ چاہا کہ تیسرا نکاح ہو۔ اور پھر اطلاع پانے پر بھی نہ چاہا کہ اسکا کسی کو علم ہو۔ مگر خدا نے اپنے بندے کو نیچے بھیجا کہ تاوگوں کو

لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ اپنی ہوا و ہوس کا بزرہ نہیں۔ بلکہ خدا کا بندہ ہے۔ اور اس کیلئے اس نے یہ تقریب پیدا کی کہ عداوت اور بغض کی آگ کو بعض چیزوں میں اسقدر مسکایا۔ اور اس شدید دشمنی اور کینہ پروری کی وجہ سے غیرت کے جذبات کو بھی دبا دیا۔ کہ جس خانگی امر کے پوشیدہ رکھنے کی انہیں تاکید کی گئی تھی۔ اور انہیں خود بھی نہیں چاہیے تھا۔ کہ اسکا اظہار کرتے۔ وہ انہوں نے آپ جاکر عیسائیوں کے اخبار نور افشاں مورخہ ۱۱۸۵ھ میں اسکا ذکر و ذکر پڑھا دیا۔ اور یہ امر بھی ان عجیب تصرفات الہیہ میں سے ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی خواہش کا دخل نہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا یہ نوشتہ بھی لوگوں کو سمجھ آئے۔ کہ لَعَلَّكُمْ أَنْتُمْ قَدْ أَبْلَغُوا رَسُولَاتِ رَبِّهِمْ وَأَخْلَاطَ بَعَالِهِمْ وَأَخْلَاطَ كُلِّ شَيْءٍ عَدَدًا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے بڑا اعتراض انبیاء علیہم السلام پر یہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ افتراء سے کہتے ہیں۔ اور اس کے بالقابل صاحب رسالت میں سب سے بڑا ذکر و وصف اسکی فطیم الشان جرات اور قوت مساوت ہے کہ جس کے درجہ سے وہ اپنے نفس کا بھی اور اپنے مخالفین کا بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا اور ان دونوں کو اس مقابلہ میں آخر بچھاڑ لیتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے واقعات اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور اس حقیقت کی غفلت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان واقعات میں جھڑ زینب کے نکاح کا واقعہ اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایک عجیب شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ زَوْجَنَا كَهَا کی وحی الہی کے ماتحت آپ یقینی طور پر جانتے تھے۔ کہ الہی مشیت اور مقصد حتمی طور پر یہی ہے۔ کہ وہ آپ کے نکاح میں آئیں۔ لیکن باوجود اس

انبیاء کے اندازہ الہی اور مسکایا ہوا ہوتا

آپ زید کو طلاق سے منع کرتے اور اپنے اس احسان کو یاد دلاتے کہ غلام زادگی کی بساط سے اٹھا کر اپنے معزز خاندان کی دامادگی کا شرف انہیں دیا۔ ایک طرف آپکی یہ مدد و جہد ملاحظہ ہو۔ اور دوسری طرف مشیت الہی کو دیکھو۔ کہ وہ آپ سے اصلاح بدعات و رسوم کے ضمن میں کیا چاہتی تھی۔ یہی کہ اس کا نکاح طلاق کے بعد آپ سے ہو۔ اور (وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ) (احزاب ۳) اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا۔ جسے اللہ نے ظاہر کرنا تھا۔ اور تجھے لوگوں کا پاس تھا۔ کہ وہ کسی ابتلا میں نہ پڑ جائیں۔ حالانکہ یہ مناسب تھا۔ کہ ایسے موقع پر اللہ کی مشیت کا پاس رکھتا۔ اور وہ تمام حالات ناچاقی کے از خود پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ رہ سکے۔ اور آخر طلاق وقوع میں آئی۔ اور زَوْجَنَا كَهَا کی وحی اپنے ظاہری مفہوم کے ساتھ پوری ہوئی۔ کہ آپ نے اس مطلقہ سے شادی کر لی سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّلُوكَ وَالَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا حَسِيلًا (احزاب ۳۹) یہی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ ان لوگوں میں بھی جو پہلے گذرے۔ اور اللہ کا کام ایک اندازہ سے مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور اس کا پاس رکھتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں تعینتے۔ یہ وہ اندازہ الہی ہے ان لوگوں کے متعلق جو منصب رسالت کے لئے پہنچے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نکاح ابتداءً اپنے لئے نہیں چاہتے تھے۔ اور آپ کی یہ کوشش تھی کہ زید

اپنی بیوی کو رکھیں۔ اور طلاق نہ دیں۔ اور نیز اس خیال سے کہ مبادا لوگ کسی فتنے میں مبتلا ہوں آپ نے اس مشیت الہی کو کچھ پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ جس کا تعلق طلاق کے بعد آپ کے نکاح سے تھا۔ وہ ابتلا کیا تھا۔ جس کا آپ کو اندیشہ تھا۔ یہی کہ بعض لوگ منہسی اڑائیں گے۔ کہ نبی کے ہاتھ کا بنایا ہوا رشتہ قائم نہ رہ سکا۔ اور طرفین کے لئے نامبارک ثابت ہوا۔ اور بعض کہیں گے کہ اپنی شہوت رانی کی غرض سے طلاق دلو کر اسکو اپنے نکاح میں لے آئے۔ بنیانیچہ کہنے والوں نے ایسا ہی کہا۔ اور اس کے لئے وہ وہ گندے قلعے گھڑے۔ جو آج تک زبان زد غلامی ہیں۔ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ جانتے تھے۔ کہ ایسا ہوگا۔ اور یہ جانتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے ایک جسم بے جان کی طرح بے بس پایا۔ اور یہ موقع بھی ان موقعوں سے ایک نہایت نازک اور تلخ موقع ہے جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے دل گردے کا انسان بھی اپنے بظاہر نیک تردد کی وجہ سے بخشی الناس کے عتاب لطف کے نیچے آیا۔ تاہنی نوح آدم کو معلوم ہو۔ کہ ہر نبی خواہ وہ کتنا ہی مقرب اور عظیم الشان روحانیت اور معرفت کا مالک کیوں نہ ہو۔ ضرور ہے۔ کہ اپنی سوانح زندگی میں دو مختلف قسم کی لاہوتی اور ناسوتی مشیتوں کو پیش اور ان میں سے ایک کو دوسری پر مقدم کر کے اس بات کا ثبوت دے۔

وَالنَّبِيُّ إِذَا هَوَىٰ - مَا مَنَلْ مَا حَبَبَكُمْ وَمَا قَوَىٰ - وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ لَمْ يَأْمُرْ لَمْ يَأْمُرْ لَمْ يَأْمُرْ لَمْ يَأْمُرْ لَمْ يَأْمُرْ لَمْ يَأْمُرْ
قَائِمٌ كِي جَاءَ - الَّذِينَ يَبْتَغُونَ دَسَالَاتِ اللَّهِ وَتَخْشَوْنَ - وَلَا يَخْشَوْنَ
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ - اور اس قسم کی شہادتیں نہیں قائم ہو سکتیں۔ جب تک

اس مخصوص تدلی کا مظاہرہ نہ ہو۔ اور جب تک ان کے لئے اسدردۃ المنتحی کاٹے دار گنجان دشوار گزار جھاڑیاں کھڑی نہ کر دی جائیں۔ اس ماہہ الامتیاز کے قائم ہونے کے بغیر مستحیل بلکہ ناممکن ہے۔ کہ ماسورین شناخت کے جا سکیں۔ چنانچہ حضرت یسح موعود علیہ السلام اپنے ایک اشتہار میں جس کا پیشگوئی زیر بحث کے دوران میں پہلے بھی حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اور جس کا نام بھی آپ نے محکم اختیار کر رکھا، فرماتے ہیں: سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے۔ اس لئے اگر ہم بھی خویش و بینگانہ سے کچھ آزار اٹھائیں۔ تو ہمیں شکر بجالانا چاہیے۔ اور خوش ہونا چاہیے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق تو ٹھہرے۔ کہ اسکی راہ میں کھ دئے جائیں۔ اور مستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دکھ اٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے۔ لیکن ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں۔ کہ بعض دشمنان دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے۔ بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں۔ کہ حتی الوسع ان ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچا دیں۔

سوسردار دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی نیک مصلحت کے پیش نظر کو شمش فرماتے رہے۔ کہ طلاق واقع نہ ہو۔ اور اسی نیک مصلحت کی وجہ سے مشیت الہیہ کو اخفایں رکھا۔ مگر تبلیغ رسالت میں اس قسم کی مصلحت کی بھی اجازت نہیں ہو ا کرتی۔ وٹاں ایک ہی قانون ہے۔ اور وہ یہ کہ خواہ اپنے نفس کے خلاف یا غیروں کی خوشی کے خلاف ہو۔ پیغام حق بغیر کم و کاست دنیا کو پہنچانا ہوگا۔ اور ایسی بیباں تک سختی کر

نگوئی کی جاتی ہے کہ اس کے پہنچانے میں کسی مرحلہ پر بھی پہنچانے والے کے
آئینہ دل میں بال آئے کے موقع کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ حضرت یونس
شرمندگی کے احساس سے روپوش ہو گئے۔ اور اس احساس کو اتنا بڑا منایا
گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ عہدہ رسالت کی نازک ذمہ داریوں کے
پیش نظر یہ اتنا شدید جرم تھا کہ اگر وہ توبہ واستغفار اور توبہ سے کام
نہ لیتا۔ لَکِبْتُ رَفِیْ بَطْنِهِ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (الصافات ۱۲۳) وہ پھل کے
پیٹ میں قیامت تک وہیں رہتا۔ غرض یہ منصب ایسا نازک ہے اور اس
کا قانون ایسا کڑا ہے کہ اس میں کلیتہ مشیت ربانی کے ماتحت رہنا پڑتا
ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اسی ایک امر کے لئے شروع سے ہی تیار کیا
جاتا ہے۔ پھر لوگوں کے سمجھانے کیلئے بعثت کے بعد بھی ایسی تقریریں پیدا
کر دی جاتی ہیں کہ تان کی یہ مخصوص شان رسالت ہر کس و ناکس پر
آشکارا ہو جائے۔ اور خدا کی شان ہے کہ سورہ احزاب کی تمہید اور اسکا
دیباچہ اور اس کا سارا مضمون اور اس کا خاتمہ ایک نہایت ہی لطیف
پیرایہ اور ترتیب محکم میں کیا گیا ہے۔ اور اس میں دَاذْذَاغَةَ الْاَبْصَارِ وَ
بَلْعَةِ الْقُلُوْبِ الْحَتَّاجِرُوْا تَقْنُوْنَ بِاللّٰهِ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ اَنۡۤیُّ الْاَبْلَاۤءِ کَا نُمُوْذِہِی
پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی میں (سلوتم بالسنتہ حداد) نیز طعنے دینے والی
زبانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایسے احکام بھی ہیں جن کا اظہار
طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ اور جنہیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور دُوْا اَعْبَدُکَ حُسْنُہِیْنِ کہہ کر یہ سب باتیں
آپ کے منہ سے کہلوائیں۔ اور بتلایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے سینے میں دو نہیں بلکہ ایک ہی دل تھا۔ جو خدا تعالیٰ کی محبت و عشق سے

ملو و مملوور تھا۔ جس نے اس عظیم الشان امانت کے بارگراں کو (حَمَمًا اَبْلَسًا)
اٹھالیا۔ جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان دَاشَقُوْنَ مِنْہَا ڈر گئے۔ مگر وہ
نہ ڈرا۔ نہ تھکا۔ نہ ماند ہوا۔ یہاں تک کہ اسکو پورے طور پر ادا کر دیا۔

اور جس طرح ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے وہ بارگراں اٹھا کر لوگوں کو دکھلایا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے پیغامبر
منصب رسالت کے فرائض بجالانے میں اپنے یا لوگوں کے خیالات کی
پردہ انہیں کیا کرتے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے بروز احمد کو بھی یہی حکم ہوا
فَاَسْتَقَمَ کَمَا اُمِرْتُ۔ اَلْخَوَارِقُ فَحَسَتْ مِنْہِیْ حِذْقِ الْاَقْدَامِ۔ کُنْتُ
رَبِّیْ بِمِیْقَاتِہٖ مِّمَّ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ عَسٰی اَنْ یُّبْعَثَکَ مَقَامًا تَحْمُوْذًا (تذکرہ ۱۹)

اور آپ نے بھی ٹھیک اسی طرح جیسے آپ کو حکم دیا گیا۔ اپنے آقا کا سبق اس
لیلۃ القدر کے زمانہ میں بھولی بھٹکی امت کو پھر سے پڑھایا جائے۔ اور میں
اس امر کو تفصیل سے بتلا چکا ہوں کہ کس طرح پسر موعود کی عظیم الشان پیشگوئی
کے ضمن میں جس کا سلسلہ بہت لمبا اور اپنے اندر بہت بڑی عظمت اور
وسعت رکھتا ہے۔ محمدی یگم کی مخصوص پیشگوئی کی ایک شق پیدا کر کے اللہ تعالیٰ
نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس شان رسالت کو نمایاں کیا ہے جس
چیز کو آپ شروع میں نہیں چاہتے تھے۔ اسکو محض اپنے غائبانہ تصرف
سے اس کے چاہنے کے لئے حالات پیدا کر دیئے۔ اور اپنے تعریف خاص سے
رُوْجِ خُشْکِیَا کی دہی و وحی جو آپ کے آقا پر نازل ہوئی تھی۔ دہرا کر آپ کے ذہن
کو تیسری شادی نہ کرنے کی خواہش سے منتقل کر دیا۔ مگر اس فرق کے
ساتھ کہ اس پہلی وحی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک شرط
توبہ کی لگا کر اس امر کو الفاظ میں لپیٹ کر اس طور سے سر بہتہ کر دیا کہ تا خود

وہ انسان بھی جس پر اس وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ باوجود سمجھنے سے نہ سمجھے۔ آپ
یہ تو سمجھ رہے تھے کہ یہ پیشگوئی شرعی ہے۔ جیسا کہ آپ نے اس مخصوص
پیشگوئی کا پہلا اعلان کرتے وقت اس کے شرعی ہونے کا کھٹے الفاظ میں
اعلان فرمایا۔ مگر یہ علم یقینی طور پر نہ ہوا تھا۔ کہ ان میں سے کس کو اور کس طریق
پر توبہ نصیب ہوگی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ تا لوگ جانیں رہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ
جو بخشنے والا انسان اپنی بات کی ساری جہتوں کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اور
نیو یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ کہ اگر اس اصل حقیقت کا پتہ آپ کو پہلے چل
جاتا۔ کہ نکاح کے بعد توبہ کرنے والے کو توبہ نصیب ہوگی۔ اور پھر موعود کی پیشگوئی
کے پورا ہونے کے لئے کسی اور عورت سے نکاح کی ضرورت ہی پیش نہ آئیگی
تو آپ کے اس عزم کا کہ جس کا باندھنا اور جس کا اظہار مقام رسالت کے
ہدایت ہی لطیف آداب کے مشایاں نہ تھا۔ کیونکہ علاج ہوتا۔ یعنی یہ عزم کہ
بہر حال عاجز نہ ہوں یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ کیسا ہی موقع پیش آوے۔ جب تک
اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ
کش رہوں۔

پس جیسا کہ یہ مزدوری تھا کہ آپ کے سوانح حیات میں ایک واضح مثال
ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑی کی جاتی ہے کہ جس سے پتہ لگتا کہ انبیاء میں
ناسوتی مشیت کی رو میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کی زبردست تہی کے سامنے
پاش پاش کر دی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو نمایاں طور پر دکھلا دیا جاتا ہے
کہ یہ اپنی خواہش کا نہیں بلکہ خدا کی مرضی کا بندہ ہے۔ ایسا ہی اس امر
کی تحقیق کے لئے یہ بھی مزدوری تھا کہ اس پیشگوئی کے ایک پہلو کو آپ

سے مخفی رکھا جاتا۔ ٹھیک جس طرح کہ اس کے آقائے نادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح حیات میں پیشگوئی فتح مکہ کے ایک پہلو کو مخفی رکھا جس سے بہتوں کو ٹھوکر لگی۔ اور بہتوں نے منہسی اڑائی۔ مگر وہ فتح و ظفر کا بخمہ دیکھنے والا انسان اپنے یقینی علم کی بنا پر یہی اعلان فرماتا چلا گیا۔ لَقَدْ مَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُسَهُمْ وَمُقْصِرِينَ أَثْقَانَهُمْ دَفْعَ الْيَدِ ۝ اور یہ کامل یقین وہ چیز ہے۔ جو اہل اور ربانی چیز ہے۔ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے مرسل شناخت کئے جاتے ہیں۔ باقی دیگر سب منہنی باتیں اس تدتی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جو بندوں کی راہنمائی کے لئے پیدا کی جاتی ہیں۔ تا خدا کی بات انسان کی بات سے ممتاز صورت میں نمایاں ہو کر شناخت کی جا سکے صرح مدیجہ موقع پر معائنہ کا ذکر پیش آنا حقیقت بالکل یہی صورت حال اس مہتمم بات شان پیشگوئی کے ضمن میں نظر آتی ہے۔ جو اپنی عظمت اور بلندی میں تمام عظمتوں کی چوٹی پر ہے۔ اور اصل مقصود بالذات ہے۔ یعنی سپر موعود جیسی بابرکات نعمت کے متعلق نشان رحمت قائم کرنے میں احمد بیگ کی دختر سے نکاح کی سلسلہ جنبانی کے متعلق الہامات اور کشوف میں ایک پہلو کو اللہ تعالیٰ نے قصداً آپ سے بھی مخفی رکھا۔ جبکہ خود احمد بیگ کی موت کے پہلو کو بالکل واضح اور بین کر دیا۔ يَمُوتُ وَيَبْقَىٰ مِنْهُ كَلَابٌ مُّتَعَدِّدٌ یعنی وہ ضرور مر گیا۔ اور اس کے بچے میں جو بچے کے لئے کئی کتے رہ جائیں گے۔ تا سنت الہیہ اپنے سارے پہلوؤں کے ساتھ ہمارے سامنے آجائے۔

اور اس پیشگوئی کا یہ پہلو بھی نہایت وضاحت سے سامنے آگیا کہ وہ

در این کار بیانی یقینی که منظره را نشان میدهد با نداشتن خطا و ایراد
از این آیه انما انبیاء را که گفته اند در حق منظره بیانی یقینی نداشته اند.

خدیجہ کنسی تھی۔ جس کے بطن سے پسر موعود کے لئے نشانِ رحمت کا
ظہور مقدر تھا۔ اور جس کے متعلق یہ عربی الہام تھا۔ وَيَتْلُو نَكَاحًا
اَلْحَقُّ تَكُوْنُ اَيُّ وَكِیِّ اِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا اَمْسَتْمْ بِمَعْجُوْنٍ دَوَّجَنْكُمَا
لَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَاتِي وَانْ يَرَوْا اٰیَةً یُعْسِرُ مَوَدَّیْقُوْا اِسْحَرُ مَسْتَمِیْنَ
(تذکرہ ج ۱۹) یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ ہاں مجھے
اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے
روک نہیں سکتے۔ ہم نے اس مبارک خاتون سے جس کے بطن سے اس موعود
نے پیدا ہونا تھا۔ تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔
اور نشانِ دیکھ کر منہ پھیر لیں گے۔ اور قبول نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ
پکا فریب ہے۔

استعمار ۲ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اس عربی الہام کو درج کرتے ہوئے
آپ میر عباس علی صاحب لدھیانوی سے فرماتے ہیں کہ اس الہام کا
تعلق اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی سے ہے۔ اس کا انتظار
کریں۔ اب ظاہر ہے کہ دس جولائی والی پیشگوئی کا اصل مرجع و ماخذ وہی
پسر موعود کی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جس کے متعلق آپ نے ۲۰ فروری
۱۸۸۷ء کو اشتہار دیا۔ اور جس کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے آپ برابر تین
چار سال تک قلق میں رہے۔ اور لوگ بھی مطالبہ پر مطالبہ کرتے رہے
اس لئے الہام مذکورہ بالا کا تعلق بھی یقیناً اسی اصل پیشگوئی کے ساتھ
ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ دَوَّجَنْكُمَا کا الہام اسی تسلی کا حامل تھا۔ کہ وہ
مبارک خاتون جس کا تعلق کلمۃ اللہ کے ساتھ ہے۔ اسکی شادی ہم نے
تجھ سے کر دی ہے۔ دیں اس بات کی ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہامات

سے جن کا تعلق نکاح ثانی یعنی حضرت ام المؤمنین سلمیٰہ اللہ تعالیٰ سے
ہے۔ یہ بات قطعی طور پر عیاں ہے۔ کہ آپ ہی اصل میں مقصود بالذات
ہیں۔ سوال میں سے ایک الہام جو سنہ ۱۸۸۸ء میں ہوا۔ یہ الفاظ ہیں۔ میں
نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان
میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی (تذکرہ ج ۲)
اور اس الہام میں ارادہ الہی صرف ایک اور شادی کرنے سے مخصوص
ہے۔ جس کے سارے سامان مہیا کرنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ
میں لیا ہے۔ اور یہی مفہوم دَوَّجَنْكُمَا کا ہے۔ یعنی ہم نے اس موعودہ یوحی
سے تمہاری شادی کر دی۔ دوسری دیں واقعات کی تصدیق ہے۔
اور انہی واقعات سے الہام اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ الْمَصْهُرَ
الَّتِیْ کا بھی تعلق ہے۔ جیسا خود آپ نے اسکی یہی تشریح فرمائی ہے
د تشریح کیے دیکھیں تذکرہ ص ۳۳ پس پسر موعود کی بشارات کے ضمن
میں وہ حصہ الہامات جن کا تعلق الہام دَوَّجَنْكُمَا سے ہے۔ اپنے مفہوم
اور وقوع کے اعتبار سے واضح ہے۔ اور پورا ہو چکا۔ اور اب یہ کسی دوسری
تأویل کا متحمل نہیں۔ اور اسی نکاح سے متعلق آپ کا یہ الہام بھی ہے
اَلَمْ یَكُنْ اَوَّلَ اَیَّامِ بَیْطِیْ وَكَانُوا مِنْ الْمُسْتَفْزِیْنَ۔ وَتَكُوْنُ
لَكَ فِی النِّكَاحِ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُوْنُ لَكَ مِنَ الْمُتَكَبِّرِیْنَ
اَنَا دَوَّجَنْكُمَا لَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَاتِی (تذکرہ ص ۳۵) یعنی وہ
میری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ اور مجھے ہنسی کرتے تھے۔ مگر میرے لئے
اس نکاح میں بشارت ہو۔ تیرے رب کی طرف سے یہ ایک اہل بات
ہے۔ ہم اس سے تیری شادی کر چکے ہیں۔ پس تو شک کر نہ والوں میں سے

مث ہو۔

الہام کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ الہام ایسی حالت میں ہوا ہے کہ جب آپ ترو و اور فکر کی حالت میں تھے اور آپ کو ان سے تسلی دی گئی۔ اور اسی موعودہ بیوی کی تعیین کرنے کے لئے آپ کو یہ الہام بھی ہوا اور بکرو و شیتب۔ یعنی وہ دو شیزہ کی حالت میں آپ کے نکاح میں آئی ہے۔ اور وہ بیوہ بھی ہوگی۔ میں شروع تمہیدیں اس امر کو واضح کر چکا ہوں کہ وہ وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ وہ عیث کا کوئی پہلو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ اور وہ حالات کے تقاضا سے نازل ہوتی اور حق و حکمت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ انبیاء کی تمام حرکات و سکنات کو اللہ تعالیٰ اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ سو جبکہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ پیر محمد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ جستجو ایک مدت تک رہی ہے۔ کہ وہ کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ اور خود لوگ بھی اس کے متعلق معترض رہے۔ تو وحی الہی کے ان دو کلموں نے بھی درحقیقت آپ کی اس موعودہ بیوی کی تعیین کی ہے۔ کسی ملہم کے الہاموں کے متعلق اس بات کو اللہ تعالیٰ اہمیت نہیں دیتا۔ کہ ہر بات لفظ لفظ اسے سمجھ بھی آجائے۔ بلکہ اپنی خاص مشیت اور حکمت کو مقدم کرتا اور یہ بات اوقات و مقام پر چھوڑ دیتا ہے۔ کہ وہ منشاء الہی کی توضیح و تشریح کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّهُ يَمُوتُ لَئِنْ كُنْتَ لَتَعْلَمُنَّ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقَوْلَهُ۔ فَاِذَا فُتِنَّا مِنْهُ فَاْتَيْنَاهُ بِمَا نَحْنُ بِهٖ۔ ثُمَّ اِنْ تَعْلَمُنَا مِنْهُ۔ وَتَعْلَمُنَّ اَنْ يُّعْلِنَ بِمَا كُنَّا بِهٖ لَكَ اٰیٰتٍ۔ اور جب ہم پڑھیں۔ تو ساتھ ساتھ تو

بھی پڑھتا جا۔ ہمارا کام ہے کہ اسے جمع کریں۔ اور پھر ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے مقصد کو واضح کریں۔ اور فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا فَرَیْثًا وَصَرَّفْنَا فِیْہٖ مِثْرًا لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَكُمْ ذِکْرًا۔ فَتَعَالٰی اللّٰهُ الْمَلِیْکُ الْحَقُّ۔ وَلَا تَعْبَلَنَّ بِالْاَنْسَانِ اَنَّ یُّفْقِنَ اَیْنُکَ وَحِیَّہٗ۔ وَقُلْ رَبِّیْ ذُوْنِ عِلْمٍ۔ (طہ ۱۱۲-۱۱۳) یعنی ہم نے اسی طرح اس اپنے کلام کو عربی قرآن میں نازل کیا ہے۔ اور وعید کو مختلف اسلوب سے پیش کیا۔ تاکہ وہ تجھیں یا ان کے لئے کوئی عبرت کا نمونہ پیدا کرے۔ سو عالی شان وہ اللہ جو سچا بادشاہ ہے۔ اس کا کلام بھی انسانی کلام سے یہی ممتاز اور بلند شان رکھتا ہے۔ اور قرآن کے متعلق پیشتر اس کے کہ اس کی وحی اپنے انتہا تک پہنچے جلدی مت کر۔ سو ان دونوں آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کے لئے ضروری نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے الہاموں کا بنی کلی الوجہ احاطہ کرے۔ ایک حصہ اس کا پردہ اخفا میں رکھا جاتا ہے۔ تا یہ معلوم ہو کہ اس کا اپنا کلام نہیں۔ بلکہ اس عالیشان بادشاہ کا کلام ہے۔ جو بالکل مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور انسانی تصرف اور دخل سے بالا ہے۔

ایک بات جو مذکورہ بالا الہاموں کے ضمن میں خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ الہام آپ کو مختلف اوقات میں الگ الگ ہوا ہے۔ اور آپ نے انہیں درج کرتے وقت اپنے اجتہاد کے مطابق مختلف ترتیبوں میں انہیں اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مثلاً یہی دو جہانگشاہ کا الہام جو ان تک اس وقت ہوا کہ وہ ۱۸۹۱ء میں اس کا پہلا اعلان ہوا ہے۔ اس میں یزید تھا یا آباد آدوھا کے الفاظ نہیں۔ پھر ۱۸۹۲ء میں کرتا اہل سادات

کے معنی ۲۳۹ میں آپ نے بیت سے الہامات ایک خاص ترتیب سے رکھے
 کے ہیں۔ ان میں پہلے یہ الہام ہے۔ **وَأَنذَرْتُكَ الْآخِرَةَ بَيْنَ أَنَا سُرْمِي**
أَيُّهُ مَيِّتَ آيَاتِنَا فِي الثَّيْبَةِ وَنُرُوْهُ هَا إِلَيْكَ أَمْرًا مَيِّتَ لَدُنَّا أَنَا كُنَّا
فَاعِلَيْنَ۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۹) پھر انجام آتھم کے معنی پر ایک اور ترتیب
 اپنے یہ الہامات درج کئے ہیں۔ اور ان میں پیشگوئی سے متعلق الہاموں
 ہے۔ **كَذَّبُوا بِآيَاتِي وَكَانُوا بِهَا يَسْتَفْزِعُونَ**۔ **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَيُرَوِّدُهَُا**
إِلَيْكَ أَمْرًا مَيِّتَ لَدُنَّا أَنَا كُنَّا فَاعِلَيْنَ (تذکرہ صفحہ ۲۳۹) اور اس کے بعد یہ
 الہام رکھا ہے۔ **ذَوِّجْنَاهَا**۔ **الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ**
لَا تَبْذُلْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ أَنْ تَكُونَ فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ۔ **إِنَّا رَاوُوْهُ هَا إِلَيْكَ**
رَبِّهِ اور الہام **كَذَّبُوا آيَاتِي وَكَانُوا بِهَا يَسْتَفْزِعُونَ** ۱۰ جولائی ۱۸۷۰ء
 کے اشتہار میں بھی درج ہے۔ مگر وہاں **فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ** کے بعد یہ الفاظ
 ہیں۔ **أَنْتَ مَيِّتٌ وَأَنَا مَعَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا** اور
 اس تمام ملاحظہ سے اس بات کا یقینی پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام الہامات مختلف
 ملکودوں میں نازل ہوئے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موقع و محل
 کے مناسب اپنے اجتہاد سے بعض الہاموں کو ایک معین ترتیب کے ساتھ درج
 کیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے حد پر خود بھی لکھا
 کہ ان میں سے بعض الہامات بیس برس کے عرصہ سے ہیں۔ جو مختلف ترتیبوں
 اور کئی بیشی کے ساتھ بار بار القا ہوئے۔ اور ان سب ترتیبوں میں **ذَوِّجْنَاهَا**
 کا الہام **إِنَّا رَاوُوْهُ هَا إِلَيْكَ** یا **يُرَوِّدُهَُا** کے الہام سے الگ رکھا گیا ہے۔ اس سے ظاہر
 ہے۔ ترجمہ آئی دیا گیا ہے۔ انہوں نے میرے نشانات کو جعل کیا۔ اور ان سے متعلق بیشی
 ٹھیک کرتے رہے۔ جو عقوبت انہوں سے پیش کیا۔ اور اسے تیری طرف لوٹا گیا۔ یہ ہمارے
 ہاں سے ایک امر ہے۔ ہم ہی کر رہے ہیں۔

ہے۔ کہ یہ دو جدا جدا الہام ہیں۔ اور آپ نے احمد بیگ سے متعلق شرطیہ پیشگوئی
 کے پیش نظر ان دونوں کا ایک ہی مفہوم سمجھا ہے۔ مگر واقعات کے پیش
 نظر **إِنَّا رَاوُوْهُ هَا إِلَيْكَ** اور **يُرَوِّدُهَُا إِلَيْكَ** کے الہام کا مفہوم اس دوسرے
 الہام سے واضح ہو جاتا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔ **وَأَنذَرْتُكَ الْآخِرَةَ بَيْنَ أَنَا سُرْمِي**
أَيُّهُ مَيِّتَ آيَاتِنَا فِي الثَّيْبَةِ وَنُرُوْهُ هَا إِلَيْكَ
أَمْرًا مَيِّتَ لَدُنَّا أَنَا كُنَّا فَاعِلَيْنَ (تذکرہ صفحہ ۲۳۹) یعنی اپنے رشتہ داروں
 کو ڈرا۔ ہم انہیں بیوہ میں اپنے نشانوں میں سے ایک نشان دکھلا دیں گے۔
 اور ہم اسے تیری طرف لوٹائیں گے۔ ہماری طرف سے یہ ایک امر ہے
 ہم نے ایسا کرنا ہی تھا۔ یہ ایک نشان جو ان رشتہ داروں کو دکھلانا تھا
 وہ یہی ہے۔ کہ میرزا احمد بیگ نے پیشگوئی کے مطابق معین مبعاد کے
 اندر دکھ کی موت مرنا تھا۔ اور پھر اس بیوہ نے پیشگوئی کے مطابق اپنی
 گریہ و زاری سے اور توبہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں
 داخل ہونا تھا۔ یہ وہ نشان تھا۔ جو اسی طرح پورا ہوا۔ اور مابعد کے واقعات
 نے اس کی تصدیق کی۔

بے شک **إِنَّا رَاوُوْهُ هَا إِلَيْكَ** کا فقرہ ذوالبجہ ہے۔ اور اس کے یہ معنی بھی
 ہو سکتے ہیں۔ کہ ہم اسکو بیوہ کرنے کے بعد تیری طرف لوٹائیں گے۔ اور وہ بھی
 بھی ہو سکتے ہیں۔ جو میں نے کئے ہیں۔ بوجہ اس کے کہ القار الہی کے مطابق
 الہام کی ایک دوسری ترتیب میں آپ نے ان کذبین رشتہ داروں کی
 شیعہ یعنی اس بیوہ کے ساتھ الفاظ **نُرُوْهُ هَا إِلَيْكَ** یا **يُرَوِّدُهَُا** کو رکھا ہے۔ جسے
 ان کے لئے بطور ایک ایسے یقینی نشان کے پیش کیا گیا ہے۔ جو اٹل ہے
 اور واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ پسر موعود کی ہمتہم با نشان پیشگوئی کے

ضمن میں جو حصہ انداز اور تنبیہ کا آپ کے رشتہ داروں سے تعلق رکھتا ہے
اسیں جو یقینی نشان وقوع پذیر ہوا ہے۔ وہ نشان اپنی تمام تفصیلات
کے ساتھ مرزا محمد بیگ کے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنے اور اسکی
موت کے مطابق پیشگوئی واقع ہونے اور اسکی بیوہ کے کس پرسی کی حالت
میں رہ جانے اور اسے گریہ و زاری اور توبہ اور سلسلہ احمدیہ میں داخل
ہونے کے ساتھ پوری پوری تطبیق رکھتا ہے۔ پس ۲۰ فروری ۱۳۱۵ھ
کی اس عظیم الشان پیشگوئی کا یہ انداز حصہ بھی نہایت وضاحت سے
اور مابعد کی اعلان کردہ تفصیلات کے ساتھ پورا ہوا۔ اور انکی مرضی
کے مطابق انہیں نشان دکھلایا۔

مجھے ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مگر جو بات میں اس
ضمن میں آپ سے کہہ رہا تھا۔ اور مجھے میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا
ہوں۔ وہ یہ ہے کہ محمدی بیگم سے نکاح کی پیشگوئی دراصل مقصود
بالذات نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک ضمنی نشان تھا۔ جو وحی الہی کے الفاظ اور
اللہ تعالیٰ کے منشاء کے عین مطابق پورا ہوا۔ اس میں ایک ابہام
اور اخفا جو واقعہ ہوا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے عین مطابق
ہی واقعہ ہوا ہے۔ تاکہ لوگ جانیں۔ کہ مدعی وحی والہام اپنی طرف سے
افترا پر دازی نہیں کرنا۔ جو لوگ خود بات بناتے ہیں۔ انہیں اپنی بات
کے سارے پہلوؤں کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ اور جن پر اللہ تعالیٰ کا
کلام نازل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک بشریت کا حصہ بھی رکھتے ہیں
اور خدا تعالیٰ اس طرح ہمیشہ اپنی خاص تدبیر یعنی اس قسم کے اخفا
اس بشریت کو الہیت والے حصے سے ممتاز کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ

اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری کی معذرت کرتے ہوئے فرماتے ہیں **يَعْلَمُ**
مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ
ذائدہ ۲۱۹ھ) تو جانتا ہے۔ جو میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ جو تیری
جی میں ہے۔ تو ہی تمام پوشیدگیوں کا واقف ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا
ہے کہ ایک بندہ اس کلام کو جو پردہ غیب کے نازل ہوتا ہے۔ اسکی
ساری پوشیدگیوں کو اپنے محدود علم سے خود بخود جان لے۔ خصوصاً
بیکہ اللہ تعالیٰ بعض مخصوص حالات کی وجہ سے چاہتا ہے کہ اسیں
سے ایک حصہ اس بندہ سے پوشیدہ رہے۔ تا انبیاء کی ناسوتی اور
لاہوتی دونوں حالتوں کے درمیان مابہ الامتیاز قائم ہو کر یہ امتیاز
لوگوں کی راہنمائی کا موجب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ **إِنَّا زَادُوْهُ**
يَا نُوحُ هَآءِ الْيُودَ هَآءِ الْيُودَ هَآءِ الْيُودَ کا جو ابہام بھی الشیخہ کے متعلق ہے۔ اسیں
باتکراریہ الفاظ ہیں۔ **أَمْزُومِتْنِ كِبْتَانَا**۔ **إِنَّا كُنَّا فَا عَلَيْنَا**۔ یعنی یہاں
ایک بات ہے۔ جو ہماری طرف سے تجویز کی گئی ہے۔ ہم ایسا کیا کرتے ہیں
یا ایک جگہ اس کے ساتھ یہ الفاظ ہیں۔ **عَسَى أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامَنَا**
مَحْمُودًا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے ضمناً یہ استنباط فرماتے
ہیں کہ اس پیشگوئی کی وجہ احمقوں اور نادان لوگوں کو بد باطنی اور
بدظنی اور بدگوئی کا موقعہ ملیگا۔ لیکن آخر خدا انہیں شرمندہ کر بیگا
اور سچائی کھنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ شہار ۲۰ جولائی ۱۳۱۵ھ
اور وہ سچائی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق و حکمت کے ساتھ بعض پیشگوئیوں
میں ضرور اخفا کا پہلو رکھتا ہے۔ تا اپنے کلام کو انسانی کلام سے ممتاز
شدہ دکھلا دے۔ اور اس سنت الہیہ کی مثالیں ہر نبی کے سوانح حیات

میں ملتی ہیں۔ اور وہ مشہور و معروف ہیں۔ مجھے انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید پڑھنے والوں سے حضرت یونسؑ۔ حضرت نوحؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں واقعہ سورہ فتح اور ہجرت وغیرہ کے واقعات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح ان انبیاء علیہم السلام نے کلام الہی کا ایک مفہوم سمجھا۔ مگر واقعات نے اس کا مفہوم اور بیان کیا۔ یہ روحانی اسرار دنیا سے موعود مہو چکے ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے زمانہ بعثت کو اسی وجہ سے لیلۃ القدر قرار دیکر فرمایا ہے۔ **فِيهَا يُفْصَلُ مِنْ كُلِّ امْرٍءٍ حَكِيمٌ۔ اَمْراً مِّنْ عِندِنا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ** (دخان ۴) کہ اس میں ہر امر حکیم کو ممتاز صورت میں دکھلایا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے جو تدبیر بھی اختیار کی جاتی ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس زیر بحث پیشگوئی کے ضمن میں یہ تمہید کہ انداز اور تخیل کے الہامات میں کچھ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ شرط کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے آپ فرماتے ہیں: ہر ایک الہام کے لئے کتاب الہی (یعنی قرآن مجید) بطور امام اور محکمین کے ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ الہام اپنے امام کی سنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے۔ ورنہ وہ الہام الہی نہیں ہو سکتا۔ اور فرماتے ہیں: ”اور اس زمانہ میں اس پیشگوئی کے یہ فائدہ بھی مستور ہے۔ کہ جو علوم ربانی دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ پھر لوگوں کی نظر ان پر پڑے۔ اور معارف فرقانی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ معارف بھی تازہ

ہو جائیں۔“ اور اسی اشتہار میں جلی حروف میں فرماتے ہیں: ”اے بد فطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ۔ لنتیں بھینچو۔ ٹھٹھ کرو۔ اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گور کھو۔ لیکن عنقریب دیکھو گے۔ کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو۔ تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت چاہا۔ کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں۔ اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں۔ لیکن تمہاری بد بختی تم پر غالب آگئی سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا کہ تمہیں ابتلا میں ڈالے۔ تمہاری آزمائش کرے۔ تا تمہارے جھوٹے دعوے ختم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں۔“

اشتہار مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم

سورہ اصل بات یہی ہے۔ کہ ہمارے خدانے بہت سی طلبتوں کے پیش نظر اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک حصہ میں بعض الفاظ کی لپیٹ میں ایک ہلکا سا پہلو پر وہ اخفائیں رکھا۔ اور جس پر وحی نازل فرمائی۔ اسے اپنے انعام خاص کا مستحق بنانے کی غرض سے اور محرومان ازنی کو اس سے محروم رکھنے اور ایک بڑی جماعت کو نور عرفان سے مستمع کرنے کی غرض سے یہ خاص تدبیر اختیار کی۔ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے سے اپنے الہام خاص سے اپنے اس مقرب بندے کو اطلاع دے کر تسلی دی تھی۔ **يُنْزِلُ نَزْلًا مِّنَ السَّمَاءِ وَنُفِثَ الْوَقْدُ اَوْ كَلَّ مَمْرًا مِّنْ مَّوَدِّهِ فَسَخَّرَ وَهَامَانَ وَجَسَدَهُمَا مَا كَانَا يَخْتَدِرُ**

سَطَطْنَا كَلَّا بَا عَيْنَيْكَ وَغَيَّبْنَا سِبَاعًا مِّنْ قَوْلِكَ وَفَتَنَّا ذِي قُتُونًا
 فَلَا تَحْزَنْ عَلَى الذَّيْءِ قَالُوا إِنَّ رَبَّنَا لَأَبْرَرُّهُمَا - (متذکرہ ص ۱۸۹)
 یعنی ہمارا ارادہ ہے کہ آسمان سے کچھ اسرار نازل کریں۔ اور دشمنوں
 کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو
 وہ بات دکھلا دیں۔ جس سے وہ ڈرتے ہیں۔ ہم نے کتوں کو تجھ پر مسلط
 کر دیا ہے۔ اور درندوں کو بھڑکا دیا ہے۔ اور سخت آزمائشوں میں تجھے
 ڈال دیا ہے۔ تا تجھے کندن کیا جائے۔ اس لئے ان کی باتوں سے غمگین
 مت ہو۔ تیرا رب بھی گھات میں ہے۔ یہ وہ اخبار غیبیہ ہیں۔ جو مذکورہ بالا
 واقعات سے قبل اور ان کے بعد بار بار آپ پر نازل ہوئے۔ اور دیکھو۔
 کہ احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی سے انکا کیا خاص تعلق ہے۔
 اس کے بارے میں جو ایک واضح وحی تھی۔ یَمُوتُ وَيُفْلِحُ كَلَابٌ مُّتَّبِعَةٌ
 یعنی وہ مرے گا۔ اور اس نے مرنے سے بہت سے کتے باقی رہ جائیں گے۔ تا
 نور بعیرت رکھنے والوں کے لئے سرستہ رازوں کا انکشاف ہو۔ کیا
 یہی وہ سنت الہی نہیں۔ جس کا اعلان قرآن مجید یاس الفاظ فرماتا ہے
 اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا طَیْفِیْنَ عَلَی الْكَافِرِیْنَ قُوْذُھُمْ اِذَا - فَلَا تَحْزَنْ
 عَلَیْھِمْ اَلَمْ نَفْعِدْھُمْ عِذَادَ مَرِیْمَ (۸۳) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے
 ان شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ دیا ہوا ہے۔ وہ انہیں ہر طریق سے
 برا بیگنہ کرتے ہیں۔ اس لئے تجھے ان کی تباہی کے لئے کوئی جلدی
 کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود ان کی اپنی ہی شرارتوں میں سے سارے
 سامان کو پہنچا رہے ہیں۔ غرض اس قسم کے کچھ راز تھے۔ جن کے لئے
 ایک عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت سن کل الوجہ ثابت کرنے کے

لئے اس کے ایک پہلو میں اخفا اور الہام کا دو حرفی نقطہ ڈال کر
 اسے مشروط کر کے اپنی مشیئت اور سنت مہمودہ کو ایک کتاب مبین کی
 طرح واکر دیا۔ ورنہ نفس پیشگوئی میں صداقت کے چمکتے ہوئے نشان
 کچھ تھوڑے نہ تھے۔ کہ اس کمزور شوق کی ضرورت پیش آتی۔ اور پھر
 ایسی کمزور شوقی جس کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے
 آپ کو تیار نہ پاتے تھے۔ اور جس کے لئے بظاہر حالات ایک دکھدار
 مسفری انسان کبھی کسی صورت میں بھی جرات نہیں کر سکتا۔ یہی اس
 ایک صادق انسان کا ہی دل و جگر تھا۔ کہ جس نے اپنے سینے پر ہتھ
 رکھ کر اور اپنے آپ کو بے بس پا کر نہایت فحش گالیاں کھانے کے
 لئے اس پیشگوئی کے متعلق اعلان کیا۔ اور اس بہادری سے اعلان
 کیا۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بہادری متصور نہیں ہو سکتی۔ اور خدا
 تعالیٰ نے بھی اسکی اس کڑی آزمائش میں پاس ہونے کی مبارکباد
 دیتے اہوئے اس کے لئے اپنے اس مہتمم باشان و عدول کو ایک ایک
 کر کے چمکتے ہوئے صداقت کے نشانوں کے ساتھ پورا کیا۔ اور ایسا پورا کیا
 کہ آج اگر مرزا احمد بیگ زندہ ہوتا۔ تو اس بات کا اقرار کرتا۔ کہ
 بے شک وہ ان مبارک وعدوں سے اعراض کرے اور ان کو حقارت
 سے ٹھکرا کر ان سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔ اور اگر آج دفتر
 احمد بیگ سے اور اس کے رشتہ داروں سے ایک ایک کر کے
 اس ہمارے سالانہ سیٹج گاہ پر کھڑا کر کے پوچھا جائے۔ تو
 ان میں سے ہر ایک یہی گواہی دیگا۔ اے رَبِّیْ اِنَّہٗ کَذِبٌ۔ بخدا
 یہ سچ ہی تھا۔ اور اس میں سے ایک بڑا حصہ جن میں اس دفتر

کی والدہ اور اس کا لڑکا بھی شامل ہے۔ یہ گواہی دے چکے ہیں کہ احمد بیگ واقعی محروم ازلی تھا اور خدا تعالیٰ کے سارے وعدے برحق تھے۔

خدا تعالیٰ نے گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے اپنے ایک بندے کو کہا تھا میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیبہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی جوتیت و نسل سے ہوگا اور جب اس کے پیدا ہونے کے دن قریب آئے۔ تو آپ نے اسی احمد بیگ کو اشتہار و مرقعہ دار جوئی ^{۱۸۸۹} میں چھ ماہ پیدا کش سے قبل اعلان کیا۔ کہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جبکہ نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولو العزم نکلیگا۔ اور جب وہ چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ تو آپ نے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور دیگر دوستوں کو لکھا یہی وہ لڑکا ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور بطور تفاؤل کے اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھ کر ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو بذریعہ ایک اشتہار اس کی آمد سے اطلاع دی اور آج دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ وہی مسعود آخبر اس تفاؤل کا اور خدا تعالیٰ کی صداقت کے وعدہ کا مصداق ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری اور باطنی کی پرکھا جائیگا۔ اور پچھلے اس موعود کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ بات صادق آئی

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اسکے ساتھ فضل ہے۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماری سے صاف کرے گا اور دیکھ لو۔ آیا وہ بہتوں کو اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے صاف کر رہا ہے۔ کہ نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس کا نام محمود ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں میں الو العزم ہوگا۔ سو آج اسکے کاموں کی سر بلندی پر نظر ڈال کر دیکھ لو۔ آیا وہ اس کلمہ حق کا مصداق ہوا یا نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ دل کا حلیم۔ علوم ظاہری و باطنی کی پرکھا جائیگا۔ اور ٹھیک اسی طرح وہ موعود دل کا حلیم اور بغیر ظاہری تعلیم کے علوم ظاہری و باطنی سے پرکھا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناؤں تک شہرت پائے گا۔ اور دیکھ لو۔ کہ آیا وہ تحریک کشمیر کے اثناء میں اسیران ظلم و استبداد کی رہائی کا سبب بنایا نہ۔ اور دنیا کے کناروں تک شہرت پارہا ہے کہ نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ تا دین اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور ان لوگوں کو جو اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ اور دیکھ لو۔ اسکے ہاتھوں سے یہ کام ہو رہے ہیں یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ تین کو چار کر نیوالا ہوگا۔ اور دیکھ لو۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اسکے ذریعہ روحانی طور پر بھی تو بہر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں شامل ہوئے یا نہ۔ غرض ایک چھوٹی سے چھوٹی علامت اور اشارہ بھی اپنے وعدوں کا اس کرمی آزمائش میں پاس ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ پورا کیا۔ اور ساری موعودہ نعمتیں دیں اور دینے کے سامان پیدا کر رہا ہے۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تیرے
آباد ہوگا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکت سے بھر دیکھا۔ دیکھ لو۔ کہ وہ اجڑا ہو ڈراؤنا گھر آباد ہوا
یا نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ایک فرزند قوی کامل الطافتین تم کو عطا کر دیا جائیگا۔ اور
دیکھ لو۔ وہ فرزند کس قدر انتہائی محنت و کاوش برداشت کرنے کی حیرت انگیز طاقت
رکھتا ہے یا نہیں۔ اور آیا وہ اپنی خدا داد عقل و فکر میں خارق عادت امتیاز رکھتا ہے یا نہیں۔
خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خواتین مبارکہ سے تیری نسل بہت ہوگی۔ اور
میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کثرت سے ملک
میں پھیل جائے گی۔ اور دیکھ لو۔ کہ خواتین مبارکہ سے وہ اجڑا ہوا گھر آباد ہو کر آپکی
ذریت بڑھ رہی ہے یا نہ۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تیری ذریت منقطع نہ ہوگی۔ اور دیکھ لو۔ آیا
اس کے لئے سامان مہیا ہو چکے ہیں یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا تیرے
نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کیساتھ قائم رکھیگا۔ اور دیکھ لو
اسی مولود کے ذریعے وہ خدا کا بندہ انبیاء کی نہ مٹنے والی صف میں شامل شدہ
ہوایا نہ ؟

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیکھا۔ اور
دیکھ لو کہ اس کلہر تجبید کے طفیل فتح و ظفر کی کلید کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک اسکی
دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچایا یا نہ ؟

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائیگی
اور وہ جلد لا دلدرہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا نازل
کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اور دیکھ لو۔ ہاں عبرت کی نگاہ سے دیکھو
کہ ایسا ہوا یا نہ۔ شرارت سے باز نہ آئیو اے کٹ گئے۔ اور کچھ توبہ کرنے والے تھے

سوچ گئے ؟

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی
دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ اور کیا یہ گھر بیواؤں سے بھرے یا نہ۔ اور انکی دیواروں
پر غضب الہی کی آماجگاہ ہوئی یا نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا تیری برکتیں اور گرد
پھیلانے لگا۔ اور دیکھ لو۔ آیا ارض قادیان ان برکتوں سے ارض حرم بن رہی ہے یا نہ۔
اور سرزمین ہند اور اجنبی ممالک دن بدن ان برکتوں سے متمتع ہو رہے ہیں یا نہ ؟
خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبت کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔
اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور دیکھ لو۔ کہ خدا تعالیٰ کا یہ
فرمودہ پورا ہوا یا نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ مسلمانوں کے اس دوسرے
گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔
اور دیکھ لو۔ آیا میدان مناظرہ اور مسابقت میں آپ کے متبعین کا گروہ غالب
ہو رہا اور غالب ہوتا چلا جا رہا ہے یا نہیں ؟

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کریگا۔
اور علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ اور اپنے تئیں دیکھ لو۔ اور
اس کا آپ میں سے ہر ایک اندازہ کر کے دیکھ لے۔ آیا اس کا سلوک جیسا فرمایا تھا
اسے ساتھ ہے یا نہیں۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں۔ اور اس شہادت پر اس خدا
گواہ ٹھہراتے ہیں۔ جس کی گواہی پیش کرنا خطروں سے خالی نہیں۔ اسنے اپنے کلہر
تجبید کو برکت سے بہت بڑھ چڑھ کر نوازا۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور وہ
وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے۔ کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں
تیری محبت ڈالے گا۔ اور بادشاہ کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور
دیکھ لو۔ کہ یہ قبولیت اور محبت کا نظارہ سامنے آیا اور آ رہا ہے کہ نہیں۔ اور

مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے معاندین کا ذہن شاید آج بھی یہی تجویز کر لگا کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمودہ ہرگز پورا نہ ہوگا۔ اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت نہیں ڈھونڈیں گے۔ سو وہ سب لوگ اس گھڑی کا انتظار کریں جو ان کے لمحہ حسرت بھری ہوگی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ اور اے ۰ بے جو مسیح پاک کے دامن سے وابستہ ہیں۔ جیسا کہ اس نے ان سے کہا تھا۔ دے خوش ہوں اور خوشی سے اچھلیں کہ ظلمت کی گھاٹوں کا خاتمہ ہوا جلتا ہے۔ اور اس کے بعد نور آتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی باتیں ایک ایک کر کے جیسے پہلے پوری ہوئیں۔ آئندہ بھی سب پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ یہاں تک کہ اے اسکے فرمودہ کے مطابق اور اس کلمہ برتجد کی برکت سے فتح و ظفر کی کلید کے طفیل اپنے آخری نقطہ آسمان۔ اپنے انتہائی مقام معراج و رہی جو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی مسجد اقصیٰ کا مقام ہے۔ اس تک اٹھائے اور اس میں داخل کئے جائیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وَكَانَ آمَوًا مَّقْضِيًّا۔ کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا۔ زمین و آسمان طے ہو سکتے ہیں۔ پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ناممکن ہے۔ نادان اسکے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔

ام لا نسان ما تمنیٰ للہ الاخریٰ والاویٰ۔ کیا کبھی ایسا ہوا کہ انسان نے جو آرزوئیں بھی کی ہوں۔ وہ اسے مل بھی گئی ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو یقیناً ان تمام پیشگوئیوں کا ابتداء بھی اللہ ہی کا تھا اور اس کا نتیجہ بھی اللہ کا۔ اس نے شروع میں کہا تھا۔ میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے نیری تفرعات کو مٹا دیا اور تیری دعاؤں

اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔

والنجم اذا هویٰ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ ان ہوا لا وحی۔ یوحی۔ علمہ شدید القوی۔ ذو مودہ فاستوی۔ و ہوا لا فاق الا علی۔ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ اے منکر و ادرحق کے مخالفو اگر تم میرے بندوں کی نسبت شک ہو۔ اگر تم کو اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کو فی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو، اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے طیار ہے۔ اور دیکھ لو۔ آیا ان پیروں۔ فقیروں اور گدی نشینوں نے اس قسم نشان رحمت و قدرت لہائی کا دکھلایا۔ جس کے ساتھ ایک طرف شدید ابتلاؤں کی گھٹائیں بھی ہوں۔ اور دوسری طرف جب مطلع حقیقت صاف ہو۔ تو بیسیوں چمکتی ہوئے نشان ستاروں کی طرح چمکنے لگ جائیں۔ سو جیسا کہ میں آپ کے ہا تھا۔ کہ اس نشان رحمت و قدرت اور فضل و احسان کے ساتھ نشانات کا ایک انبار عظیم ہے۔ جن کی موجودگی میں ان کے ساتھ محمدی ہیگم کے نکاح کی ایک شرطیہ نقطہ ڈالنے کی بظاہر حالات چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ کہ اس کے ساتھ دونوں قسم کے نشان قائم ہوں۔ رحمت و برکت کے نشان بھی اور نعمت و شقاوت کے نشان بھی۔ تا دونوں قسم کے نشانات پہلو پہلو کھڑے ہو کر ایک معین اور فیصلہ کن علامت کے ساتھ سارہ قطب کی طرح لوگوں کی راہنمائی کریں اور اسرار روحانیہ کے انکشاف کا کام دیں۔ خدا نے قدوس ذوالجلال کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے ایک خلیل سے کہا کہ باجوبے آب و گیاہ بیابان میں چھوڑ

آؤ - بظاہر ایک نادان کہیگا کہ یہ عبت بلکہ احقانہ خیال تھا اور سارہ کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا۔ کہ اپنی ایک لونڈی کو جس کا نہ کوئی رشتہ دار نہ کوئی غمگسار۔ ایک اکلوتے ننھے بچے کے ساتھ ایک لوق و دق سنان جنگل کی خاموشی میں انہیں چھوڑ آیا۔ یا کہیگا۔ ابراہیم علیہ السلام کو کیا سوچھا۔ کہ ساری عمر دعا میں کرنے کے بعد آخری بڑھاپے کے ایام میں استغییل جیسا خوبصورت پاک لڑکا دیا جاتا ہے۔ اور ادھر وہ ایک خواب دیکھتے ہیں۔ کہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ اور ایسی خوابوں کی تعبیر میں بیسیوں ہوتی ہیں۔ اور ضرور ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کے ذہن سے اس خواب کی کئی تعبیریں گزری ہوں گی۔ جیسا کہ ایسی خوابوں کے متعلق ہمارے ذہنوں میں بھی گزرتی ہیں۔ اور اگر ابراہیم ان تعبیروں میں سے کوئی ایک تعبیر مراد لے لیتے۔ تو وہ کسی مواخذہ کے نیچے نہ تھو۔ خواب کا معاملہ تھا۔ لیکن اس مرد خدا کے دل نے کسی تعبیر پر قرار نہیں پکڑا۔ سو اس ایک تعبیر کے جس میں غایت درجہ قلق۔ غایت درجہ بے رحمی۔ غایت درجہ خوفناک موت کا جنون انگیز وحشت انگیز بھیانک نظارہ تھا۔ اس بندہ خدا کو کیا سوچھی۔ اس سوال کا جواب اگر پوچھنا اور سمجھنا ہو۔ تو اپنے سینوں میں محبت و عشق کی آگ میں لگا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں نغمہ سرا ہوئے :-

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی
ہمہ مجموعہ دو عالم تو پریشاں کردی
ہمہ عشاق تو سرگشتہ و حیران کردی

ہاجرہ کے ساتھ قی و دق جنگل میں اس صحرا نوردی میں معصوم استغییل فوجی کی اس وحشت نمائی میں اسی جنون محبت کا انتہائی مظاہرہ تھا۔ ابراہیم نے سمجھا۔ اور یا والوں نے مجھے آگ میں ڈالا۔ اور میں نے خدا تعالیٰ کی خاطر اس آگ میں پڑنا پسند کر لیا ہے۔ یہ کوئی ایسا امتحان محبت نہیں جسپر کوئی نادان ہو۔ کیونکہ یہ دشمنوں کے ہاتھوں سے ہے۔ جس میں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں اور جس میں صداقت کی خاطر عقلمند انسان کو ازراہ عقل و دانش اختیار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ انبیاء و کوا جو مخالفوں سے ابتلا و پیش آتے ہیں۔ ان میں ان کا اپنا دخل نہیں ہوتا۔ وہ صلح اور سلامتی کے شاہزادے لوط الی جھگڑے اور فساد و مشکلات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ مگر ان کا عہد و خواہ خواہ انہیں گرفتار بلا کرتا۔ اور وہ بالمقابل صبر کرتے اور ان کی انتہائی سختیاں جھیلے ہیں۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے اس آگ والے ابتلا کو اپنے لئے حقیر سمجھا۔ اور دیکھا۔ اس خواب میں ان کے لئے ایک ذریعہ موقعہ ہے۔ اپنی محبت کے انتہائی مظاہرہ کا۔ جس کے اختیار کرنے یا نہ کرنے پر وہ کلی طور پر آزاد ہیں۔ اور ابراہیم نے اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور اپنے اکلوتے بیٹے کے خون کا بد یہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر اپنی محبوب یزدانی کے سامنے اپنے نفس کی مرضی اور خوشی سے آکھڑے ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خلیل ٹھہراتے ہوئے ان سے مخاطب ہوا اور فرمایا :- اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا۔ اور اپنا اکلوتا بیٹا دریغ نہ رکھا میں نے اپنی قسم کھائی کہ "میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دوں گا۔ اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارے کی ریت کے مانند بڑھاؤں گا۔ اور تیری نسل اپنے دشمن کے دروازوں پر قابض رہیگی۔ اور تیری

نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی۔

اور جو اس نے کہا تھا۔ اُسے سچ پورا کیا۔ اور آج تک پورا کر رہا ہے۔ ابراہیمؑ کے ہر بیٹے سے جو اسکے مقام پر کھڑا ہوتا۔ (میں دخیلہ کان امتا) ابراہیمؑ ہی کی طرح اسے بھی اپنی آغوش رحمت اور سلامتی میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ۱۸۸۲ء میں قرآن مجید کی بعض آیات جو اپنے اندر انداز کے پہلو رکھتی ہیں۔ القادر ہوئی اور اسکے بعد آپ کو یہ الہام ہوا۔ واستعينوا بالصبر والصلاة۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلیٰ۔ یعنی صبر اور دعا کے ساتھ مدد چاہو۔ اور مقام ابراہیم کو اپنی نماز گاہ بناؤ۔ (تذکرہ ص ۸۵)

اور آپ اس الہام کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں۔ ”اس جگہ مقام ابراہیمؑ سے اخلاق مرضیہ و معاملہ باللہ مراد ہے۔ یعنی محبت الہیہ اور تقویٰ اور رضا اور وفا۔ یہی حقیقی مقام ابراہیمؑ کا ہے۔ جو امت محمدیہ کو بطور تبعیت اور وراثت ملے۔ نیز اسی سال آپ کو یہ الہام بھی ہوئے۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ۔ اِنَّكَ الْيَوْمَ كَدُّنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ ذُو عَقْلٍ مَّيْمِنٍ۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ۔ (تذکرہ ص ۸۵) یعنی اے ابراہیمؑ تو سلامتی میں ہے۔۔۔ تو آج ہمارے نزدیک صاحب رتہ ہے۔ اور امانت دار اور قوی العقل ہے۔۔۔ خدا نے تجھے ترک نہیں کیا۔ اور نہ وہ تجھ سے ناراض ہے۔“

ان الہاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی بطور وراثت مقام ابراہیمؑ پر کھڑا ہونا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ابراہیمؑ کے نام سے مخاطب کر کے سلامتی کی روح افزا بشارت دی۔ اور آپ مذکورہ بالا چکلتے ہوئے نشانوں کے اُس

خاص پہلو سے جس کا تعلق محمدی بیگم کے نکاح سے ہے۔ غور کر کے دیکھیں۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیش گوئی کے اعلان کی وجہ سے نہایت تلخ گھونٹ اللہ تعالیٰ کی خاطر پیئے پڑے یا نہ۔ اور اس کی راہ میں نہایت ہی گندی گالیاں کھائیں یا نہ۔ اور پھر اس ساری توہین اور تذلیل پر کامل رضا مندی کا اظہار کیا یا نہ۔ یقیناً جس مقام سے حضرت یونسؑ پھسل گئے اس مقام پر آخر دم تک آپ ڈٹ کر کھڑے رہے۔ اور ہی فرماتے رہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر وہ نہیں ٹلیں گے۔ اور اگر ان کے پورا ہونے میں ایک دن بھی باقی رہا۔ تو خدا تعالیٰ اسے مبارک دیگا یہاں تک کہ وہ وعدے پورے ہوں۔

انتہائی تلخیوں پر وہ صبر جمیل اور یہ کامل ایمان ہی درحقیقت وہ مبارک چیز ہی جسکی طفیل اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے ابراہیمؑ کا سا سلوک کیا۔ اور فرمایا۔ ”تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔“ اور اس سلوک کی نوعیت سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ فی الواقعہ ایسی تلخیوں کی گھڑیاں آپ پر یقیناً گزری ہیں۔ جن کے برداشت کرنے کے لئے ابراہیمی صفات والے دل کی ضرورت تھی۔ بیٹے کی خواب کا ابتلا و ایک لڑکی سے نکاح کئے جانے کے ابتلا کی نوعیت میں جیسا اس لحاظ سے ان کے درمیان مشابہت ہے۔ کہ دونوں میں انتہائی تلخیوں کے سامان موجود تھے۔ اور دونوں کا تعلق سلسلہ تناسل سے ہے۔ اسی طرح اس لحاظ سے بھی ان کے درمیان کلی مشابہت ہے کہ ان دونوں کا بدلہ ایک سا ہے۔

جذبات کو انگیخت کیا۔ اور انکی توبہ پاک دعاؤں کی طرف منعطف ہوئی اور مریم جیسی بتول اور پاک صفات لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کی تربیت کا متکفل زکریا جیسے حلیم طبع نبی کو مشیت ایزدی سے ہونا پڑا اور وہ آخر مریم بتول کے بطن سے اس قسم کے آسمانی نکاح کے طفیل حضرت مسیح علیہ السلام نے جنم لیا۔ ٹھیک اسی طرح دیگر انبیاء کے عالم روحانی میں آسمانی نکاح بھی ہوتے رہے۔ جنکا متکفل و متولی خود خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض ایسے آسمانی نکاح (آسیا اور مریم) سے ہوئے۔ اور نادان لوگ سن کر ہنس دیئے۔ اس قسم کے تعلق ازدواجی کے لئے آیت من کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تدرون ففروا الی اللہ۔ (الذاریات) میں ہر مومن کو دعوت دی گئی ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی آمد ثانی بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک دولہے سے تشبیہ دی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ آدھی رات میں دھوم مچی کہ دیکھو وہ دولہا آتا ہے۔ وہ آدھی رات بھی شدید ابتلاؤں کی رات لیلۃ القدر کا زمانہ ہے۔ جس میں نادان بے مشعل تیل اور دانا مشعل تیل والی کنواریوں کے درمیان فرق کر دکھلاتا ہے۔ (متی باب ۲۴/۲۵) پھر نادان ان روحانی اسرار کو نہیں سمجھتا۔ اور ہنستا ہے۔ جیسا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام پر جو آپ کو ۱۸۹۱ء میں ہوا ہنستا ہے۔ یا آتی الیک زمان مختلف بازواج۔ مختلفہ و تری نسل بعیداً۔ ولحمیتک حیا طیبہ۔ ثمانین حولاً اور

قد یباً من ذلک۔ (مذکرہ ص ۱۸) تجھ پر مختلف ازواج کے ساتھ مختلف زمانے آئیں گے اور تو دور کی نسل دیکھیکا۔ اور ہم تجھے پاکیزہ خوش زندگی نصیب کریں گے۔ اتنی سال یا اس عرصہ سے پہلے۔۔۔۔۔ قریب قریب۔ اس بشارت میں لفظ مختلف سے مراد عربی میں متعدد نہیں بلکہ الگ قسم ہوتی ہے۔ نیز اختلاف کے معنی پے درپے آنیکے ہیں۔ یعنی یہ روحانی تزویج کا زمانہ اپنے ساتھ مختلف قسم کے ابتلاؤں لائیکا۔ جس کا مدعا تیری زندگی کو مکدر کرنا نہیں بلکہ طیب بنانا ہے۔ اور جبکا نتیجہ لا محالہ ایسی اولاد کا ملنا ہے۔ جو تمہارے لئے نسل بعید کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام حوادث کو جو نشانِ رحمت کی پیشگوئی کے بعد ۱۸۸۲ء سے لیکر ۱۸۸۹ء تک ظہور پذیر ہوئے۔ اور جن میں سے لڑکی اور لڑکے کا پیدا ہو کر مرنا بھی ہے۔ نیز وہ ہنگامہ آرائی اور قیامت خیز محشر بھی ہے، جو اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے نکاح کے بائے میں درخواست اور پیشگوئی کی وجہ سے اٹھایا گیا تھا۔ آپ نے ان حوادث کو الہاموں کی بنا پر ایک ابتلاء عظیم قرار دیا ہے۔ اور اس ضمن میں اپنے الہام کصیت من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”سو ان تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاؤں کی تارکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں۔ خدا تعالیٰ کے ازال رحمت اور روحانی برکت بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطادی	فسبحان الذی اخزی الہا طریقتہ
بہار آئی ہے اب قہر خزاں ہے	لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں ہے
ملاحضت، عجب اس داستان میں	ہوئے بدنام اس سے ہم جہانیں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں	نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی	فسبحان الذی اخزی الاعدای

کروں کیونکر ادا میں شکر باری

فدا ہوا اس کی راہ میں عمر ساری

مرے سر پر ہے منت اس کی بھاری	پہلی اس راہ سے کشتی ہماری
میری بگڑی ہوئی اُس نے بنا دی	فسبحان الذی اخزی الاعدای

زمین العابدین ولی اللہ شاہ